صراط الجنان

عقائدِ اہلِ سنت

تفسیر صراط الجنان کی روشنی میں

مؤلف:
خالد تسنیم المدنی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

قرآنی آیات سے ماخوذ اور تفسیر صراط الجنان میں موجود عقائد و معمولات اہلسنت کا مجموعہ بنام

عقائد عباد الرحمن من تفسیر صراط الجنان المعروف

عقائدِ اہلِ سنت

تفسیر صراط الجنان کی روشنی میں

مؤلف:

خالد تسنیم المدنی

SABIYA

VIRTUAL PUBLICATION

تفصیلات

نــــــــــــــــام:

عقائد اہل سنت (صراط الجنان سے)

ازقـــــلـــــم:

خالد تسنیم مدنی

سَنہ اشـــــاعت:

رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ

APRIL 2023

صــفحات:

349

OUR DESIGNING PARTNER

PURE SUNNI GRAPHICS

PUBLISHER

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

AMO

POWERED BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

info@abdemustafa.com

© 2023 All Rights Reserved.

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

Contents

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں 13

پیش لفظ 15

تعارف صراط الجنان 16

عقائد کی اہمیت 18

تاثراتِ رضوی 21

کلماتِ خرّم 22

سورۃ اَلْفاتحۃ 25

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کا ثبوت: 25

حدیث پاک میں مذکور لفظ ''یا مُحمد'' سے متعلق ضروری وضاحت: 27

سورۃ اَلْبَقَرَۃ 29

ایمان اور غیب سے متعلق چند اہم باتیں: 29

غیب کی تعریف 29

انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں: 31

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کے واقعے کا خلاصہ: 34

آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعہ سے Related ایک اہم مسئلہ: 35

انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ظالم کہنے والے کا حکم: 37
انبیاء عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت کا بیان: 37
بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے: 41
انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ہونے والے انعام کی یادگار قائم کرنا سنت ہے:
.... 42
غیر خدا کا مدد کرنا شرک نہیں: 43
فرشتوں کی عصمت کا بیان: 48
غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں: 49
سورۃ اٰلِ عِمْرَان 51
صلح کلیت کا رد: 52
''حَبۡلِ اللہِ'' کی تفسیر: 52
جماعت سے کیا مراد ہے؟ 53
جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ: 54
سب سے اعلیٰ نعمت: 56
علمِ غیب سے متعلق 10 احادیث: 60
سورۃ اَلنِّسَاء 64

بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہو کر گناہوں کی معافی چاہنے کا ثبوت: 67
مزار پر انوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کا ثبوت: 69
آیت ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا'' سے معلوم ہونے والے احکام: 73
اِمکانِ کِذب کا رد: 74
شفاعت کا ثبوت: 80
سورۃ اَلْمَآئِدَۃ 81
حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُلُوہیَّت کی تردید: 82
میلاد منانے کا ثبوت: 84
صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی افضلیت: 85
نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے: 87
سورۃ اَلْاَنْعَام 90
برا کام کرکے اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منسوب کرنا: 90
شرک کی تعریف: 90
سفر کرکے مزاراتِ اولیاء پر جانا جائز ہے: 92
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کا رد: 94
بدمذہبوں کی محفلوں میں جانے اور ان کی تقاریر سننے کا شرعی حکم: 96

آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا تھا یا باپ: 100
آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق اہلسنّت کا عقیدہ: 101
دیدارِ الٰہی کے احادیث سے 3 دلائل: 103
آیت ''لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ'' کا مفہوم: 104
اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق دو اہم مسائل: 106
حلال و حرام چیزوں کے متعلق نہایت اہم اصول: 108
حلال چیزیں حرام قرار دینے والوں کو نصیحت: 108
عقیدہ نبوت کے بارے میں چند اہم باتیں: 109
فرقہ بندی کا سبب اور حق پر کون؟ 112
سورۃ اَلْاَعْرَاف 115
وزن اور میزان کا معنیٰ: 115
قیامت کے دن اعمال کے وزن کی صورتیں: 116
میزان سے متعلق دو اہم باتیں: 117
مخلوق کے لئے وسیع علم و قدرت ماننا شرک نہیں: 118
دور سے سننا شرک نہیں: 122
استوا کا مفہوم اور صحیح عقیدہ: 123

مردے سنتے ہیں: 126
بدشگونی کی مذمت اور اس کا شرعی حکم: 128
اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں: 130
اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن نہیں: 135
بدعت کی تعریف: 137
بدعت کی اقسام: 138
نبی اور اُمّی کا معنی: 139
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قیامت کا علم عطا کیا گیا ہے: 144
علمِ غیب کی نفی کی توجیہات: 148
پہلی توجیہ 149
دوسری توجیہ 150
تیسری توجیہ 150
چوتھی توجیہ 151
سورۃ اَلتَّوْبَة 153
حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت کی طرف اشارہ: 154
مہاجرین انصار سے افضل ہیں: 155

ہر صحابیِ نبی جنتی جنتی: 156
حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت و فضیلت: 157
حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی تمنا: 160
تقدیر (Destiny) کا بیان: 163
تقدیر (Destiny) کے بارے میں بحث کرنے سے بچیں: 164
صُلح کُلِّیَّت حکمِ قرآن کے خلاف ہے: 166
آیت "مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ" سے معلوم ہونے والے مسائل: 169
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے کے بغیر رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش بیکار ہے: . 169
صرف جگہ سے کسی کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا: 171
عذاب قبر کا ثبوت: 175
میلادِ مصطفٰی کا بیان: 178
حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مقام: 178
سورۂ یُونُس 180
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کا ثبوت: 180
نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نفع و نقصان کا اختیار ملا ہے: 183
سورۂ ھُود 187

کسی جاندار کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں: 187
اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے: 188
ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں: 189
تقدیر مبرم سے متعلق دو عقائد: 192
سورۃ یُوْسُف 193
بزرگوں کے تبرکات بھی دافعِ بلا، مشکل کشا ہوتے ہیں: 194
سورۃ اَلنَّحْل 196
تقلید جائز ہے: 196
تقلید کی تعریف: 197
تقلید سے متعلق چند اہم مسائل: 197
مُقَلِّد کا ایمان درست ہے یا نہیں ؟ 198
حدیث پاک بھی حجت ہے: 200
شانِ نزول: 203
حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے متعلق چند شرعی مسائل: 204
سورۃ بَنِی اِسْرَآئِیل (اَلْاَسْرَاء) 205
معراج شریف سے متعلق چند عقیدے کی باتیں: 205

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو روح کا علم حاصل ہے: 206

مخلوق کے علم اور خالق کے علم میں فرق ہے: 208

قرآن مخلوق نہیں ہے: 210

سورۃ اَلْکَھْف 211

اولیاء کی کرامات برحق ہیں: 211

بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا جائز ہے: 213

یاجوج وماجوج اور ان شاء اللہ: 214

قیامت سے پہلے یاجوج وماجوج کا نکلنا: 215

ظاہری اعمال اچھے ہونا حق پر ہونے کی دلیل نہیں: 217

خارجیوں کا مختصر تعارف: 217

سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق عقیدے کی چند باتیں: 223

سورۃ مَرْیَم 228

نبی کے ولادت کے دن خوشی کرنے اور وفات کے دن خوشی کیوں نہیں: 229

پل صراط حق ہے: 232

پل صراط کا خوفناک منظر: 234

سورۃ طٰہٰ 239

اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل: 239
شفاعت کا ثبوت اَحادیث کی روشنی میں: 240
انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت سے متعلق اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ:
.... 244
عقیدہ عِصمتِ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اعلیٰ حضرت: 244
انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں 246
سورۃ اَلنُّوْر 246
خلافتِ راشدہ کی دلیل: 248
سورۃ اَلشُّعَرَاء 249
حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح اور امین کہنے کی وجوہات: 249
قرآنِ مجید کے بارے میں ایک عقیدہ: 250
سورۃ اَلنَّمْل 251
اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے کرامات ظاہر ہونے کا ثبوت: 253
مُردوں کے سننے کا ثبوت: 257
سورۃ اَلْقَصَص 258
ابوطالب کے ایمان سے متعلق اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تحقیق: .. 259

سورۃ لُقْمان 262
علوم خمسہ اور عقیدہ اہلسنت 263
سورۃ اَلْاَحْزَاب 265
نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مختار کل ہیں: 267
حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زیادہ شادیاں فرمانا مِنہاجِ نبوت کے عین مطابق تھا: 273
کثرتِ اَزواج کا ایک اہم مقصد: 275
ایک امتی کی ذمہ داری: 277
نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخری نبی ہونا قطعی ہے: 280
ختمِ نبوت سے کا ثبوت احادیث کی روشنی میں: 282
حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حاضر و ناظر ہیں: 287
کیا اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں؟ 289
سورۃ صٓ 290
اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی: 291
سورۃ اَلزُّمَر 292
صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جانے والا عمل مقبول ہے: 293
اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو وسیلہ سمجھنا شرک نہیں: 294

اللہ تعالیٰ کے مُقرّب بندوں کو ملنے والی قدرت اور اختیار: 297
کیا اولیاء رَحمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْھِم کیلئے اختیار تسلیم کرنا شرک ہے ؟ 298
زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی عطا ہوئی ہیں: 299
سورۃ اَلْمُؤْمِن (اَلْغَافِر) 300
عذابِ قبر کا ثبوت: 301
سورۃ حٰمٓ اَلسَّجْدَۃ (فُصِّلَت) 302
تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بشریّت: 304
سورۃ اَلشُّوْرٰی 304
تناسُخ کے قائلین کا رد: 305
سورۃ اَلزُّخْرُف 306
قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تشریف لانا برحق ہے:
.... 307
قیامت کی نشانیاں: 309
سورۃ اَلْحُجُرٰت 310
صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْھم اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق اہلسنت کا
عقائد: 311

سورۃ اَلنَّجْم 317
حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا: 317
حدیث عائشہ اور اس کے متعلق اہلسنت کا عقیدہ: 318
سورۃ اَلْقَمَر 320
تقدیر کے مُنکروں کے بارے میں اَحادیث: 320
سورۃ اَلْوَاقِعَۃ 322
اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا کیسا ہے ؟ 323
سورۃ نُوْح 325
قبر کا عذاب برحق ہے: 325
سورۃ اَلْجِنّ 326
اولیاء کے لئے غیب کا علم نہ ماننے والوں کا رد: 327
سورۃ اَلْمُرْسَلات 330
قیامت کی تین علامتیں: 330
سورۃ اَلَّیْل 332
اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا جائز ہے: 333
ہماری اردو کتابیں: 336

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں

مختلف ممالک سے کئی لکھنے والے ہمیں اپنا سرمایہ ارسال فرمارہے ہیں جنھیں ہم شائع کر رہے ہیں۔ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری شائع کردہ کتابوں کے مندرجات کی ذمہ داری ہم اس حد تک لیتے ہیں کہ یہ سب اہل سنت و جماعت سے ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ ہر لکھاری کا تعلق اہل سنت سے ہے۔ دوسری جانب اکابرین اہل سنت کی جو کتابیں شائع کی جارہی ہیں تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔ پھر بات آتی ہے لفظی اور املائی غلطیوں کی تو جو کتابیں "ٹیم عبد مصطفی آفیشل" کی پیشکش ہوتی ہیں ان کے لیے ہم ذمہ دار ہیں اور وہ کتابیں جو ہمیں مختلف ذرائع سے موصول ہوتی ہیں، ان میں اس طرح کی غلطیوں کے حوالے سے ہم بری ہیں کہ وہاں ہم ہر ہر لفظ کی چھان پھٹک نہیں کرتے اور ہمارا کردار بس ایک ناشر کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کئی کتابوں میں ایسی باتیں بھی ہوں کہ جن سے ہم اتفاق نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر کسی کتاب میں کوئی ایسی روایت بھی ہو سکتی ہے کہ تحقیق سے جس کا جھوٹا ہونا اب ثابت ہو چکا ہے لیکن اسے لکھنے والے نے عدم توجہ کی بنا پر نقل کر دیا یا کسی اور وجہ سے وہ کتاب میں آگئی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ کئی وجوہات کی بنا پر ایسا ہوتا ہے۔ تو جیسا ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ ہم اسے شائع کرتے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا

جائے کہ ہم اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں۔ایک مثال اور ہم اہل سنت کے مابین اختلافی مسائل کی پیش کرنا چاہتے ہیں کہ کئی مسائل ایسے ہیں جن میں علماے اہل سنت کا اختلاف ہے اور کسی ایک عمل کو کوئی حرام کہتا ہے تو دوسرا اس کے جواز کا قائل ہے۔ ایسے میں جب ہم ایک ناشر کا کردار ادا کر رہے ہیں تو دونوں کی کتابوں کو شائع کرنا ہمارا کام ہے لیکن ہمارا موقف کیا ہے، یہ ایک الگ بات ہے۔ہم فریقین کی کتابوں کو اس بنیاد پر شائع کر سکتے ہیں کہ دونوں اہل سنت سے ہیں اور یہ اختلافات فروعی ہیں۔

اسی طرح ہم نے لفظی اور املائی غلطیوں کا ذکر کیا تھا جس میں تھوڑی تفصیل یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کئی الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے تلفظ اور املا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورت بنے گی کہ ہم اگرچہ کسی ایک طریقے کی صحت کے قائل ہوں لیکن اس کے خلاف بھی ہماری اشاعت میں موجود ہوگا۔اس فرق کو بیان کرنا ضروری تھا تاکہ قارئین میں سے کسی کو شبہ نہ رہے۔ٹیم عبد مصطفی آفیشل کی علمی، تحقیقی اور اصلاحی کتابیں اور رسالے کئی مراحل سے گزرنے کے بعد شائع ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں بھی ایسی غلطیوں کا پایا جانا ممکن ہے لہذا اگر آپ انھیں پائیں تو ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔

پیش لفظ

اللہ جل مجدہ کا بے پناہ شکر کہ جس نے ہمیں بنی نوع انسان میں پیدا فرمایا وہ انسان جس کی رشد وہدایت کے لئے کتب سماویہ کا نزول اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ ان کتب اور انبیاء علیہم السلام سے استفادہ کرکے راہ نجات کی طرف گامزن ہوں اسی سلسلے کی ایک کڑی قرآن مجید، فرقان حمید، برھان رشید ہے جس میں ہر خشک و تر کا بیان ہے جس کا سمجھنا عجمی لوگوں کے لئے ترجمہ اور تفسیر کے بغیر ناممکن ہے لہذا دور حاضر میں انتہائی جامع اور متوسط تفسیر قرآن بنام صراط الجنان جس میں ترجمہ قرآن بنام کنزالعرفان مکتبہ المدینہ کراچی نے شائع کیا ہے ہم نے اسی قرآنی تفسیر سے فقط عقائد اہلسنت اور معمولات اہلسنت کو اکٹھے کرنے کی کاوش کی ہے جس سے قارئین عقائد و معمولات اہلسنت جو بالوسطہ یا بلاواسطہ قرآنی آیات سے مستنبط ہیں ایک جگہ پر اکٹھے ملاحظہ فرماسکیں گے ،اس کتاب میں ہم نے وہ آیات قرآنیہ جن کے تحت عقیدہ اہلسنت پر گفتگو کی گئی ہے اس آیت ،اس کا ترجمہ اور پھر اس سے ثابت شدہ عقیدہ اہلسنت نقل کیا ہے۔ اللہ پاک ہماری یہ کاوش قبول فرمائے اور اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کوئی شرعی غلطی پائیں تو نیچے دیئے گے نمبر پر اطلاع دے کر شکریہ کا موقعہ فراہم کریں۔

خالد تسنیم مدنی

المتخصص فی الفقه الاسلامی

اسلامک ریسرچ اسکالر

Birmingham (UK)

تعارف صراط الجنان

قرآن کریم اہل اسلام اور پوری انسانیت کے لئے دنیا و آخرت کے تمام تر امور میں ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ مگر اس کی برکات سے استفادہ اسی وقت ممکن ہے جب معلوم ہو کہ قرآن مجید میں کیا بیان ہوا ہے؟ جب اسلام کی نورانی کرنیں سرزمین عجم میں پہنچیں تو اہل عجم کو احکام قرآن کریم سمجھانے کے لیے علمائے دین نے دیگر زبانوں میں تفسیریں لکھیں بالخصوص اردو زبان کی ترقی کے پیشِ نظر علمائے پاک و ہند نے بھی کئی اُردو تفاسیر پیش کیں۔ تفسیر "صراط الجنان فی تفسیر القرآن" انہیں میں سے ایک ہے۔ یہ تفسیر شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی ابو صالح محمد قاسم عطاری مُدَّ ظِلُّهُ الْعَالِی کے برسہابرس کے مطالعہ اور انتھک محنت و کوشش کا ثمرہ ہے۔

اس تفسیر میں قدیم و جدید تفاسیر اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل کتب سے اخذ شدہ

کلام شامل کیا گیا ہے۔ تفسیر زیادہ طویل ہے نہ بہت مختصر بلکہ متوسط (درمیانی) اور جامع ہے۔ قرآن مجید میں جہاں احکام و مسائل کا بیان ہے اُس مقام پر ضروری شرعی مسائل آسان انداز میں تحریر کیے گئے ہیں (جن کو ہم نے ایک جگہ جمع کئے ہیں اور اس کے چھ حصے عوام الناس میں مقبولیت حاصل کر چکے ہیں)، حسب موقع اعمال کی اصلاح اور معاشرتی برائیوں سے متعلق مفید مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ اسلامی حُسن معاشرت پر کثیر اصلاحی مواد شامل کیا گیا ہے۔ مختلف مقامات پر عقائد اہلسنّت اور معمولاتِ اہلسنّت کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے، جن کو اس کتاب میں جمع کیا گیا ہے اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ الوہیت میں قبول فرمائے اور ہماری مغفرت کا ذریعہ بنائے

عقائد کی اہمیت

عقیدہ کے لغوی معنی دل میں جمایا ہوا یقین، ایمان اور اعتقاد کے ہیں۔ عقیدہ کی جمع "عقائد" ہے۔

"عقیدہ سے مراد کسی چیز کو حق اور سچ جان کر دل میں مضبوط اور راسخ کرلینا ہے"
شرح انتخابِ حدیث (جلد دوم) مسلم شریف کتاب الایمان صفحہ ۸۸،

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید برہانِ رشید میں ارشاد فرماتا ہے

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَۚ-وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ [البقرۃ:۴]

ترجمہ: "اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں"

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَؕ-كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ۫ [البقرۃ:۲۸۵]

ترجمہ: "رسول اس پر ایمان لائے جو ان پر نازل ہوا انکے رب (عزوجل) کی طرف سے اور مومن بھی ایمان لائے، سب ایمان لائے اللہ پر، اور اسکے

فرشتوں پر، اور اسکی کتابوں پر، اور اسکے رسولوں پر"

علم العقائد ایک اہم علم ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام کے فضائل واحوال، قیامت اور اس کے مُتعلّقات کو بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں یہ بیان ہوتا ہے کہ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں مسلمانوں کو کیا عقیدہ رکھنا چاہیے، انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام، حضراتِ صحابہ اور اولیاء رِضْوَانُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے متعلق کیا عقیدہ ہونا چاہیے، قیامت واحوالِ قیامت کیا ہیں، جنّت ودوزخ کسے کہتے ہیں اور ان کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے، کن کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور کن چیزوں کا انکار آدمی کو کفر وگمراہی کے عمیق گھڑے میں پھینک دیتا ہے اور کون سے ایسے افعال ہیں جن کے کرنے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍؕ-لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَیْءٍؕ-ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ(18) (پارہ نمبر ۱۳، سورہ ابراھیم، آیت نمبر ۱۸)

ترجمہ: اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ

لگا، یہی ہے دور کی گمراہی۔

لہذا ثابت ہوا کہ اگر کوئی انسان کثیر نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کر لے لیکن اس کے عقائد میں فساد ہو تو یہ ذخیرہ راکھ کا ڈھیر ثابت ہوں گے ۔اور ہاں نجات کے لیے صرف عقیدہ توحید ہی کافی نہیں ورنہ شیطان بھی موحّد ہے، گویا کہ عقائد انسان کے تمام تر اعمالِ صالحہ اور اَخلاقِ حَسَنہ کی قبولیت کا پہلا ذریعہ ہیں اور یہی اہل ایماں کی زندگی کا مقصود و مطلوب ہے ۔قبلہ محترم حضرت علامہ خالد تسنیم المدنی صاحب (حفظہ اللہ تعالیٰ) نے نہایت تحقیق اور عرق ریزی سے صراط الجنان کی روشنی میں بیسوں مستند حوالہ جات کے ساتھ عقائد اہلسنت کو نہایت آسان سادہ اور عام فہم انداز میں بیان فرمایا ہے تاکہ عوام الناس اس سے استفادہ کریں اور قرآن و حدیث کے مطابق عقائد کی معرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں ۔

اللہ کریم جل شانہ قبلہ محترم حضرت علامہ خالد تسنیم المدنی صاحب کی اس عظیم کاوش کو اپنے فضل و کرم سے شرفِ قبولیت بخشے اور قارئینِ کرام کو اس کتاب کے مطالعہ سے خاطر خواہِ استفادہ حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے

اٰمین یا ربَّ العٰلمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خاکِ درِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تاثراتِ رضوی

سرپرست اعلیٰ تحریک تحفظ عقائد اہلسنت، ناظم اعلی تحریک صراط مستقیم کاہنہ نو

فخر سادات، استاد العلماء،

حضرت علامہ حافظ سید توصیف احمد رضوی (دامت برکاتہم العالیۃ)

صدر مدرس جامعہ حنفیہ قصور (پاکستان)

نحمدہ و نصلی علی سید الانبیاء و المرسلین

کتاب عقائد عباد الرحمٰن من تفسیر صراط الجنان: اس کتاب کے مؤلف حضرت علامہ مولانا خالد تسنیم مدنی صاحب نے بڑی محنت کیساتھ تفسیر صراط الجنان میں بکھرے عقائد اہلسنت کو یکجا کیا ہے

فقیر نے چند مقامات سے مطالعہ کیا اس کتاب کو عقائد کے لحاظ سے بڑا مؤثر پایا، قرآن و حدیث کے حوالہ سے مزین اور تحریر نہایت آسان سلیس اردو میں ہے

میری دعا ہے کہ موصوف کو مزید دین کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے اور درازئ عمر مع صحت و عافیت و ایمان عطاء ہو

آمین بجاہ النبی الامین

سید توصیف احمد رضوی

کلماتِ خرّم

استاد العلماء پیکر شرم وحیا، غلامِ فاطمۃ الزھرا

حضرت علامہ مولانا ابوالمکرم محمد خرم شہزاد مدنی (سلمہ البار ی)

مدرس مرکزی جامعۃ المدینہ جہلم (پاکستان)

اللہ وحدہ لاشریک نے ہمیں شرف انسانیت سے سرفراز فرمایا پھر مزید کرم کیا تو مسلمان ہونے کا اعزاز نصیب فرمایا اب بطور مسلمان ہمیں عقیدہ و عمل کی اصلاح پر توجہ رکھنی چاہیے اسی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حضرت علامہ خالد تسنیم مدنی زید شرفہ نے عقائد کی معلومات و اصلاح کے لئے استاذہ المکرم شیخ الحدیث و التفسیر مفتی محمد قاسم قادری اطال اللہ عمرہ کی مایہ ناز تفسیر "صراط الجنان" سے موتی چن کر بصورت گلدستہ جمع فرمائے ہیں۔

قبلہ علامہ صاحب انتہائی زیرک، محنتی، باکردار و باخلاق اور صاحب علم و فضل ہیں جس کے شاہد انکے ہم جماعت دوست موجود ہیں۔ اللہ پاک علامہ خالد تسنیم مدنی زید شرفہ کی دیگر تحریریں کاوشوں کی طرح اسے بھی شرف قبولیت عطا فرمائے۔

ابوالمکرم محمد خرم شہزاد مدنی

مدرس مرکزی جامعۃ المدینہ جہلم (پاکستان)

Endorsement of
USTADH AL-ULAMA SHAYKH MOHAMMED QAMAR ILYAS MADANI

(حفظه الله)

Translator of "The Clear Criterion"(Birmingham,UK)

The great ulema of the past identified the needs of not just their students but the wider community too. They explained matters of creed and religious tradition with great wisdom. In light of "speak to the people according to their understanding" we must never overlook the importance of clarity for Muslims in general. Denial or criticism of religious matters is easy, but answering misconceptions requires knowledge of religious proofs and principles .

In this book, Ustadh al-Ulema, Mawlana Khalid Tasneem al-Madanī حفظه الله تعالى has meticulously summarized and categorized important aspects of creed and tradition. I would like to congratulate him on the

completion of this most beneficial work. May Almighty Allah accept his sincere endeavours to impart sacred knowledge to others through his teaching, lectures and writing.

اٰمین یا ربَّ العٰلمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Qamar Ilyas

سورۃ اَلْفَاتِحَۃ

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ(4)

ترجمہ کنزالعرفان: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنے کا ثبوت:

آیت میں جمع کے صیغے ہیں جیسے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہئے اور دوسروں کو بھی عبادت کرنے میں شریک کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ گناہگاروں کی عبادتیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے محبوب اور مقبول بندوں کی عبادتوں کے ساتھ جمع ہوکر قبولیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت عرض کرنے سے پہلے اپنی بندگی کا اظہار کرنا چاہئے۔ امام عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: عبادت کو مدد طلب کرنے سے پہلے ذکر کیا گیا کیونکہ حاجت طلب کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ (مدارک، الفاتحۃ، تحت الآیۃ: ۴، ص ۱۴)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی کا وسیلہ پیش کرکے اپنی حاجات کے لئے دعا کیا کرے تاکہ اُس وسیلے کے صدقے دعا جلد مقبول ہوجائے اور

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ وسیلے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ" (مائدہ: ۳۵)

ترجمۂ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اور "سُنَنِ ابنِ ماجہ" میں ہے کہ ایک نابینا صحابی بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہو کر دعا کے طالب ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں اس طرح دعا مانگنے کا حکم دیا:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ"

اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبیِ رحمت حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں اے محمد! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری حاجت پوری کر دی جائے، اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، پس تو میرے لئے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ۲/۱۵۷، الحدیث: ۱۳۸۵)

حدیث پاک میں مذکور لفظ "یا محمد" سے متعلق ضروری وضاحت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "علماء تصریح فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔ اور (یہ بات) واقعی محل انصاف ہے، جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے (تو) غلام کی کیا مجال کہ (وہ) راہِ ادب سے تجاوز کرے، بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تعلیم فرمائی (ہو) جیسے دعائے "یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ"۔ تاہم اس کی جگہ یَا رَسُوْلَ اللہ، یَا نَبِیَّ اللہ (کہنا) چاہیے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حَتَّی الْوُسْع تغییر نہیں کی جاتی۔ یہ مسئلہ مہمہ (یعنی اہم ترین مسئلہ) جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں واجب الحفظ ہے۔

(فتاوی رضویہ، ۳۰/۱۵۸-۱۵۷)

{وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ: اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔} اس آیت میں بیان کیا گیا کہ مدد طلب کرنا خواہ واسطے کے ساتھ ہو یا واسطے کے بغیر ہو ہر طرح سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ایسی ہے جس سے حقیقی طور پر مدد طلب کی جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "حقیقی مدد طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس سے مدد طلب کی جائے اسے بالذات قادر، مستقل مالک اور غنی بے نیاز جانا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر خود اپنی ذات

سے اس کام (یعنی مدد کرنے) کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان کے نزدیک ”شرک“ ہے اور کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے بارے میں ایسا ”عقیدہ“ نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے بارے میں مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے واسطہ اور حاجات پوری ہونے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں تو جس طرح حقیقی وجود کہ کسی کے پیدا کئے بغیر خود اپنی ذات سے موجود ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے باوجود کسی کو موجود کہنا اس وقت تک شرک نہیں جب تک وہی حقیقی وجود مراد نہ لیا جائے، یونہی حقیقی علم کہ کسی کی عطا کے بغیر خود اپنی ذات سے ہو اور حقیقی تعلیم کہ کسی چیز کی محتاجی کے بغیر از خود کسی کو سکھانا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے باوجود دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا اس وقت تک شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی اصلی معنی مقصود نہ ہوں تو اسی طرح کسی سے مدد طلب کرنے کا معاملہ ہے کہ اس کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور وسیلہ و واسطہ کے معنی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے لئے ثابت ہے اور حق ہے بلکہ یہ معنی تو غیرِ خدا ہی کے لئے خاص ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ وسیلہ اور واسطہ بننے سے پاک ہے، اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہو گا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا

سورۃ اَلْبَقَرَۃ

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(3)

ترجمہ: وہ لوگ جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

ایمان اور غیب سے متعلق چند اہم باتیں:

اس آیت میں ''ایمان'' اور ''غیب'' کا ذکر ہوا ہے اس لئے ان سے متعلق چند اہم باتیں یاد رکھیں!

(1)... ''ایمان'' اسے کہتے ہیں کہ بندہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین (میں داخل) ہیں اور کسی ایک ضرورتِ دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ۱/۱۷۲)

(2)... ''عمل'' ایمان میں داخل نہیں ہوتے اسی لیے قرآن پاک میں ایمان کے ساتھ عمل کا جداگانہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے اس آیت میں بھی ایمان کے بعد نماز و صدقہ کا ذکر علیحدہ طور پر کیا گیا ہے۔

غیب کی تعریف

(3)... "غیب" وہ ہے جو ہم سے پوشیدہ ہو اور ہم اپنے حواس جیسے دیکھنے، چھونے وغیرہ سے اور بدیہی طور پر عقل سے اسے معلوم نہ کر سکیں۔

(4)... غیب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جس کے حاصل ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو۔ یہ علم غیب ذاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور جن آیات میں غیرُ اللہ سے علمِ غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں یہی علمِ غیب مراد ہوتا ہے۔

(۲) جس کے حاصل ہونے پر دلیل موجود ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، گزشتہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور قوموں کے احوال نیز قیامت میں ہونے والے واقعات وغیرہ کا علم۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہیں اور جہاں بھی غیرُ اللہ کیلئے غیب کی معلومات کا ثبوت ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے بتانے ہی سے ہوتا ہے۔

(تفسیر صاوی، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳، ۱/۲۶، ملخصًا)

(5)... اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کسی کیلئے ایک ذرے کا علمِ غیب ماننا قطعی کفر ہے۔

(6)... اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں جیسے انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء عِظام رَحۡمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِم پر "غیب" کے دروازے کھولتا ہے جیسا کہ خود قرآن و حدیث میں ہے۔ اس موضوع پر مزید کلام سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 179 کی تفسیر میں مذکور ہے۔

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓىٕكَةِۙ-فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ(31)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں:

واقعہ آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں، اور یہ عقیدہ کئی دلائل سے ثابت ہے، ان میں سے 6 دلائل درج ذیل ہیں:

(1)...حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیفہ بنایا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ ہر شخص یہ بات اچھی طرح جانتا ہے بادشاہ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بڑے مرتبے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ولایت اور تصرف میں بادشاہ کا قائم مقام ہو۔

(2)...حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فرشتوں سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور جسے زیادہ علم ہو وہ افضل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (زمر: ۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: تم فرماؤ: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

(3)...اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ کریں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتوں سے افضل ہیں کیونکہ سجدے میں انتہائی تواضع ہوتی ہے اور کسی کے سامنے انتہائی تواضع وہی کرے گا جو اس سے کم مرتبے والا ہو۔

(4)...اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ" (اٰل عمران: ۳۳)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو تمام مخلوقات پر چن لیا اور چونکہ مخلوقات میں فرشتے بھی داخل ہیں اس لئے اِن پر بھی اُن انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو چنا گیا لہٰذا وہ فرشتوں سے افضل ہوئے۔

(5)...اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (انبیاء: ۱۰۷)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر ہی بھیجا۔

اور چونکہ عالمین میں فرشتے بھی داخل ہیں اس لئے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِن کے لئے بھی رحمت ہوئے اور جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرشتوں کے لئے رحمتِ مطلق ہیں تو یقینا

ان سے افضل بھی ہیں۔

(6)... حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میرے دو وزیر آسمانوں میں ہیں اور دو وزیر زمین میں ہیں۔ آسمانوں میں میرے دو وزیر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام ہیں اور زمین میں میرے دو وزیر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا ہیں۔ (مستدرک، کتاب التفسیر، من سورۃ البقرۃ، ۲/۶۵۳-۶۵۴، الحدیث: ۳۱۰۰-۳۱۰۱)

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بادشاہ کی طرح ہیں اور حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام دونوں ان کے وزیروں کی طرح ہیں اور چونکہ بادشاہ وزیر سے افضل ہوتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرشتوں سے افضل ہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۴، ۱/۴۴۵)

وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪-وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ(35)فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ۪-وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّۚ-وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ(36)

ترجمہ: اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر

روک ٹوک کے جہاں تمہارا جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ تو شیطان نے ان دونوں کو جنت سے لغزش دی پس انہیں وہاں سے نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے اور ہم نے فرمایا: تم نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن بنو گے اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ اور (زندگی گزارنے کا) سامان ہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ابلیس کے واقعے کا خلاصہ:

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے شیطان مردود ہوا تھا لہٰذا وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نقصان پہنچانے کی تاک میں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا کہ جنت میں رہو اور جہاں دل کرے بے روک ٹوک کھاؤ البتہ اِس درخت کے قریب نہ جانا۔ شیطان نے انہیں وسوسہ ڈالا اور کہنے لگا کہ تمہیں تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے اس درخت سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ یا تم ہمیشہ زندہ رہنے والے نہ بن جاؤ اور اس کے ساتھ شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ اس پر انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے، اس خیال سے حضرت حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے اس میں سے کچھ کھایا پھر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دیا تو انہوں نے بھی کھا لیا اور یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی ممانعت تحریمی نہ تھی

بلکہ تنزیہی تھی یعنی حرام قرار دینے کیلئے نہ تھی بلکہ ایک ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ یہاں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطائے اجتہادی گناہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ شیطان کے دھوکے کی وجہ سے انہوں نے اس ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا اور پھل کھاتے ہی ان کے پردے کے مقام بے پردہ ہوگئے اور وہ اسے چھپانے کیلئے ان پر پتے ڈالنے لگے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ اس کے بعد حکمِ الٰہی ہوا کہ تم زمین پر اتر جاؤ۔ اب تمہاری اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگی اور تم ایک خاص وقت تک زمین میں رہو گے۔ زمین پر تشریف آوری کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک عرصے تک اپنی لغزش کی معافی مانگتے رہے حتّٰی کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند کلمات سکھائے گئے، پھر جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کلمات کے ساتھ توبہ و معافی کی درخواست کی تو وہ قبول ہوئی۔

آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے واقعہ سے Related ایک اہم مسئلہ:

یہاں ایک اہم مسئلہ یاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ آج کل بیباکی کا دور ہے اور جس کا جو جی چاہتا ہے بول دیتا ہے یہاں تک کہ مذہبی معاملات میں اور اہم عقائد میں بھی زبان کی بے احتیاطیاں شمار سے باہر ہیں، اس میں سب سے زیادہ بے باکی جس مسئلے

میں دیکھنے میں آتی ہے وہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جنتی ممنوعہ درخت سے پھل کھانا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں :غیرِتلاوت میں اپنی طرف سے حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف نافرمانی وگناہ کی نسبت حرام ہے۔ ائمۂ دین نے اس کی تصریح فرمائی بلکہ ایک جماعت علماء ے کرام نے اسے کفر بتایا (ہے)۔ (فتاوی رضویہ، ۱/ ۸۲۳) لہٰذا اپنے ایمان اور قبرو آخرت پر ترس کھاتے ہوئے اِن معاملات میں خاص طور پر اپنی زبان پر قابو رکھیں۔

{وَ لَا تَقْرَبَا: اور قریب نہ جانا۔} آیت میں اصل ممانعت درخت کا پھل کھانے کی ہے لیکن اس کیلئے فرمایا کہ قریب نہ جانا۔ اس طرزِ خطاب سے علماء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل فعل کے ارتکاب سے بچانے کیلئے اس کے قریب جانے سے بھی روکنا چاہیے جیسے بچے کے سیڑھیوں سے گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اسے صرف سیڑھیوں پر کھڑا ہونے سے منع نہیں کرتے بلکہ سیڑھیوں کے قریب بھی نہیں جانے دیتے۔ اسی طرح بیسیوں کاموں میں علماء کرام اسی اندیشے سے منع فرماتے ہیں کہ کوئی فعل بذاتِ خود منع نہیں ہوتا لیکن اگر لوگ اس کے قریب جائیں گے تو ممنوع کا ارتکاب کر بیٹھیں گے جیسے عورتوں کو قبرستان جانے سے منع کرنے میں یہی حکمت ہے۔ اسی سے پیر اور مشائخ کے فعل کا استدلال ہوسکتا ہے کہ وہ مریدوں کی تربیت کیلئے بعض اوقات کسی جائز کام سے بھی روک دیتے ہیں کیونکہ وہ جائز کام کسی برائی تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکتا

ہے۔

{فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ: ورنہ تم زیادتی کرنے والوں سے ہو جاؤ گے۔} "ظلم" کا معنٰی ہے "کسی شے کو اس کی اپنی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ رکھنا" اور یہاں آیت میں ظلم خلافِ اَولیٰ کے معنی میں ہے۔

انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ظالم کہنے والے کا حکم:

یاد رہے کہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ظالم کہنا گستاخی اور توہین ہے اور جو انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ظالم کہے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک اور مولیٰ ہے، وہ اپنے مقبول بندوں کے بارے میں جو چاہے فرمائے، کسی دوسرے کی کیا مجال کہ وہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے متعلق کوئی خلافِ ادب کلمہ زبان پر لائے اور اللہ تعالیٰ کے اس طرح کے خطابات کو اپنی جرأت و بیباکی کی دلیل بنائے۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ بادشاہ کے ماں باپ بادشاہ کو ڈانٹیں اور یہ دیکھ کر شاہی محل کا جمعدار بھی بادشاہ کو انہی الفاظ میں ڈانٹنے لگے تو اس احمق کا کیا انجام ہو گا؟ ہمیں تو انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور محبوبانِ خدا کی تعظیم و توقیر اور ادب و اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ہم پر یہی لازم ہے۔

انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت کا بیان:

یہ بھی یاد رہے کہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہوتے ہیں اور ان سے

کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا، ان کے معصوم ہونے پر بیسیوں دلائل ہیں۔ یہاں پر صرف 3 دلائل درج کئے جاتے ہیں۔

(1)...انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے اور مخلص بندے ہیں ،جیساکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں واضح طور پر ارشاد فرمایا:

اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (ص:۴۶)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے چن لیا وہ اس (آخرت کے) گھر کی یاد ہے۔

اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ" (یوسف: ۲۴)

ترجمۂ کنزالعرفان: بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔

اور جو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا، جیساکہ اس کا یہ اعتراف خود قرآن مجید میں موجود ہے:

"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَۙ(۸۲) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ" (ص: ۸۳-۸۲)

ترجمۂ کنزالعرفان: اس نے کہا: تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ

کردوں گا۔ مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ وہ ان سے گناہ یا کفر کرا دے۔

(2)...گناہ کرنے والا مذمت کئے جانے کے لائق ہے، جبکہ انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً ارشاد فرمادیا کہ

"وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ"(ص:۴۷)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور بیشک وہ ہمارے نزدیک بہترین چُنے ہوئے بندوں میں سے ہیں۔

(3)...انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام فرشتوں سے افضل ہیں اور جب فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتا تو ضروری ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے بھی گناہ صادر نہ ہو کیونکہ اگر انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے بھی گناہ صادر ہو تو وہ فرشتوں سے افضل نہیں رہیں گے۔

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِؕ-اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(37)

ترجمہ: پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی دعا میں یہ کلمات عرض کئے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَاٚ-وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تُو نے ہماری مغفرت نہ فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ضرور ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

اور اس کے ساتھ یہ روایت بھی ہے جو حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبیٔ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اجتہادی خطا ہوئی تو (عرصۂ دراز تک حیران و پریشان رہنے کے بعد) انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، مجھے محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے میں معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی تو میں نے اسے پیدا بھی نہیں کیا؟ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے عرض کی: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تو نے مجھے پیدا کر کے میرے اندر روح ڈالی اور میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے پایوں پر ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ'' لکھا دیکھا، تو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تو نے سچ کہا، بیشک وہ تمام مخلوق میں میری بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ تم اس

کے وسیلے سے مجھ سے دعا کرو میں تمہیں معاف کردوں گا اور اگر محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ (مستدرک، ومن کتاب آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی فی دلائل النبوۃ، استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ۳/۵۱۷، الحدیث: ۴۲۸۶، معجم الاوسط، من اسمہ محمد، ۵/ ۳۶، الحدیث: ۶۵۰۲، دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب غزوۃ تبوک، باب ماجاء فی تحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۶/۴۸۹)

بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں کے وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے:

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ مقبولان بارگاہ کے وسیلہ سے، بَحق فلاں اور بَجاہِ فلاں کے الفاظ سے دعا مانگنا جائز اور حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپنے مقبولوں کو اپنے فضل وکرم سے حق دیتا ہے اور اسی فضل وکرم والے حق کے وسیلہ سے دعا کی جاتی ہے۔ اس طرح کا حق صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسے بخاری میں ہے ''مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ'' جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ (بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ۔۔۔ الخ، ۲/۲۵۰، الحدیث: ۲۷۹۰)

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ

اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ(50)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا۔

انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ہونے والے انعام کی یادگار قائم کرنا سنت ہے:

فرعونیوں کا غرق ہونا محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: جب حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ یہودیوں نے عرض کی: یہ نیک دن ہے، یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "تمہاری نسبت موسیٰ سے میرا تعلق زیادہ ہے، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (بخاری، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، ۱/۶۵۶، الحدیث: ۲۰۰۴، مسلم، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، ص ۵۷۲، الحدیث: ۱۲۸(۱۱۳۰))

البتہ صرف دس محرم کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ آگے یا پیچھے ایک روزہ ملایا جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو، عاشوراء کے دن سے پہلے یا بعد میں ایک دن کا روزہ رکھو۔ (مسند امام احمد، ۱/ ۵۱۸، الحدیث: ۲۱۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر جو انعامِ الٰہی ہوا اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجالانا سنت ہے اگرچہ کفار بھی اس یادگار کو قائم کرتے ہوں۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ٘-
وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِؕ-
اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ
اسْتَكْبَرْتُمْۚ-فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ٘-وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ(87)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح کے ذریعے ان کی مدد کی تو (اے بنی اسرائیل!) کیا (تمہارا یہ معمول نہیں ہے؟ کہ) جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہیں کرتے تھے تو تم تکبر کرتے تھے پھر ان (انبیاء میں سے) ایک گروہ کو تم جھٹلاتے تھے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے۔

غیر خدا کا مدد کرنا شرک نہیں:

اس تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیرِ خدا کی مدد شرک نہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مدد حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعہ فرمائی اور جب حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام مدد کر سکتے ہیں تو حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی طاقت و قدرت سے یقیناً مدد فرما سکتے ہیں، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں مدد فرمانے کا تو کثیر احادیث میں ذکر ہے، البتہ ہم یہاں 2 ایسے واقعات ذکر کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے وصالِ ظاہری کے بعد اپنی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کرنے والوں کی مدد فرمائی۔

(1)... مشہور محدثین امام ابو بکر بن مقری، ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی اور امام ابو شیخ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے مزار پر انوار پر حاضر ہو کر بھوک کی فریاد کی تو رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک علوی کے ذریعے انہیں کھانا بھجوایا اور اس علوی نے کہا: آپ لوگوں نے بارگاہ رسالت میں فریاد کی تھی تو مجھے خواب میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت ہوئی اور حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں آپ لوگوں تک کھانا پہنچا دوں۔ (وفاء الوفاء، الباب الثامن فی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۱۳۸۰/۲، الجزء الرابع)

(2)... ابو قاسم ثابت بن احمد بغدادی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: میں نے تاجدار رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہر اقدس مدینہ منورہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضہ انور کے قریب صبح کی اذان دی اور جب اس نے

''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ '' کہا تو یہ سن کر مسجد نبوی کے خادموں میں سے ایک خادم آیا اور اِس نے اُسے تھپڑ مار دیا۔ وہ شخص رونے لگا اور اس نے فریاد کی: یارسول اللہ !صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، آپ کی موجودگی میں اس شخص نے میرے ساتھ ایسا کیا ہے۔ (اس کی فریاد جیسے ہی ختم ہوئی) تو اس خادم پر فالج گرا اور لوگ اسے اٹھا کر اس کے گھر لے گئے، تین دن بعد وہ خادم مر گیا۔ (ابن عساکر، حرف الثاء، ذکر من اسمہ ثابت، ۱۱/۱۰۴)

یاد رہے کہ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی مشہور کتاب '' وَفَاءُ الْوَفَاء بِاَخْبَارِ دَارِ الْمُصْطَفٰی'' کے چوتھے حصے میں صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم اور اولیاء عظام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کے ایسے کئی واقعات بیان فرمائے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے روضہ انور پر حاضر ہو کر اپنی حاجت بیان کی اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کی مدد کرتے ہوئے ان کی حاجت پوری فرما دی اور امام محمد بن موسیٰ بن نعمان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تو اس موضوع پر '' مِصْبَاحُ الظَّلَامِ فِی الْمُسْتَغِیْثِیْنَ بِخَیْرِ الْاَنَامِ'' کے نام سے باقاعدہ ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَیْمٰنَۚ-وَ مَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَ لٰـكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَۗ-وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَیْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ

مَارُوْتَ ؕ-وَ مَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى یَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ-فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ-وَ مَا هُمْ بِضَآرِّیْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ-وَ یَتَعَلَّمُوْنَ مَا یَضُرُّهُمْ وَ لَا یَنْفَعُهُمْ ؕ-وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﳴ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ-لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ(102)

ترجمہ: اور یہ سلیمان کے عہدِ حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (یہ تو اس جادو کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے) جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو صرف (لوگوں کا) امتحان ہیں تو (اے لوگو! تم) اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔ وہ لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور یہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دے اور انہیں نفع نہ دے اور یقینا انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں

اور انھوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ جانتے۔

ہاروت، ماروت کون ہیں

ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی آزمائش کیلئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ان کے بارے میں غلط قصے بہت مشہور ہیں اور وہ سب باطل ہیں۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۲، ۱/۷۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے ہاروت اور ماروت کے بارے میں جو کلام فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”ہاروت اور ماروت کا واقعہ جس طرح عوام میں مشہور ہے آئمہ کرام اس کا شدید اور سخت انکار کرتے ہیں، اس کی تفصیل شفاء شریف اور اس کی شروحات میں موجود ہے، یہاں تک کہ امام اجل قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ”ہاروت اور ماروت کے بارے میں یہ خبریں یہودیوں کی کتابوں اور ان کی گھڑی ہوئی باتوں میں سے ہیں۔ اور راجح یہی ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی آزمائش کے لئے مقرر فرمایا کہ جو جادو سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ ''اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ فَلَا تَکْفُرْ'' ''ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔ اور جو ان کی بات نہ مانے وہ اپنے پاؤں پہ چل کے خود جہنم میں جائے، یہ فرشتے اگر اسے جادو سکھاتے ہیں تو وہ فرمانبرداری کر رہے ہیں نہ کہ نافرمانی کر رہے ہیں۔ (الشفاء، فصل فی القول فی عصمۃ الملائکۃ، ص۱۷۵-۱۷۶، الجزء الثانی،

فتاوی رضویہ، کتاب الشتی، ۲۶/۳۹۷)

فرشتوں کی عصمت کا بیان:

فرشتوں کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ یہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ" (تحریم: ٦)

ترجمۂ کنزالعرفان: وہ (فرشتے) اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

" وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ(۴۹) یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۩(۵۰)" (نحل: ۵۰-۴۹)

ترجمۂ کنزالعرفان: اور فرشتے غرور نہیں کرتے۔ وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ غرور نہیں کرتے اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتے اپنے پیدا کرنے والے اور بنانے والے کے اطاعت گزار ہیں اور وہ کسی بات اور کسی کام میں بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہیں کرتے۔

(تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۵۰، ۷/ ۲۱۷۔۲۱۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ-اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ(153)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر خدا سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے ۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’خدارا انصاف! اگر آیۂ کریمہ ’’اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ‘‘ میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جَلَّ وَعَلا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں، اور سب اشخاص واشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انہیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے۔ نہیں نہیں، جب مطلقاً ذاتِ اَحدِیَّت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، اَحیاء ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں، اب کیا جواب ہے آیۂ کریمہ کا کہ رب جَلَّ وَعَلا فرماتا ہے:

"وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ"(البقرۃ:۴۵)

استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے؟ کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔ دوسری آیت میں فرماتا ہے:

"وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی"(مائدہ:۲)

آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔ حدیثوں کی تو گنتی ہی نہیں بکثرت احادیث میں صاف صاف حکم ہے کہ (۱) صبح کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۲) شام کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۳) کچھ رات رہے کی عبادت سے استعانت کرو۔ (۴) علم کے لکھنے سے استعانت کرو۔ (۵) سحری کے کھانے سے استعانت کرو۔ (۶) دوپہر کے سونے سے استعانت و صدقہ سے استعانت کرو۔ (۷) حاجت روائیوں میں حاجتیں چھپانے سے استعانت کرو۔

(فتاوی رضویہ، ۲۱/۳۰۶-۳۰۵)

مزید تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ کی 21ویں جلد میں موجود رسالہ "بَرَکَاتُ الْاِمْدَادِ لِاَھْلِ الْاِسْتِمْدَادِ" کا مطالعہ فرمائیں۔

سورۃ اٰلِ عِمْرَان

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا۪-وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًاۚ-وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَاؕ-كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ(103)

ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اللہ تم سے یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

اس آیت میں اُن افعال و حرکات کی مُمانَعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ”تم سب مل کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرقے

بنالئے۔

صلح کلیت کارد:

یاد رہے کہ اصل راستہ اور طریقہ مذہبِ اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ یہ آیت لے کر اہلسنّت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُم سے جاری ہے اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہلِ سنت و جماعت تو سنتِ رسول اور جماعتِ صحابہ کے طریقے پر چلتے آرہے ہیں تو سمجھایا تو ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے ایک خاندان اتفاق و اتحاد کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی گزار رہا ہو، ان میں سے ایک فرد غلط راہ اختیار کر کے اِنتشار پیدا کرے تو اُس جدا ہونے والے کو سمجھایا جائے گا نہ کہ خاندان والوں کو بھی اتحاد ختم کر کے غلط راہ چلنے کا کہنا شروع کر دیا جائے۔ بِعَیۡنِہٖ یہی صورتِ حال اہلسنّت اور دوسرے فرقوں کی ہے۔ اصل حقیقت کو سمجھے بغیر صلح کُلِّیَّت کی رٹ لگانا اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا سراسر جہالت ہے۔

''حَبۡلِ اللہِ'' کی تفسیر:

''حَبۡلِ اللہِ'' کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: بعض کہتے ہیں کہ اس

سے قرآن مراد ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ قرآنِ پاک حَبْلُ اللہ ہے جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہی پر ہے۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص ۱۳۱۲، الحدیث: ۳۷(۲۴۰۸))

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ حَبْلُ اللہ سے جماعت مراد ہے (معجم الکبیر، ۹/۲۱۲، الحدیث: ۹۰۳۳)

اور فرمایا کہ تم جماعت کو لازم کرلو کہ وہ حَبْلُ اللہ ہے جس کو مضبوط تھامنے کا حکم دیا گیا۔ (معجم الکبیر، ۹/۱۹۹، الحدیث: ۸۹۷۳)

جماعت سے کیا مراد ہے؟

یہ یاد رہے کہ جماعت سے مراد مسلمانوں کی اکثریت ہے، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر "جماعتُ المسلمین" نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے، اگر ایسا ہی حکم ہے تو پھر کل کوئی اپنا نام "رسول" رکھ کر بولے گا کہ قرآن نے جہاں بھی رسول کی اطاعت کا حکم دیا اس سے مراد میری ذات ہے لٰہذا میری اطاعت کرو۔ اَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ جَھْلِ الْجَاھِلِیْنْ میں جاہلوں کی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

{وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۔} اس آیت

میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جن میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے کی جنگیں جاری تھیں حتّٰی کہ اوس اور خَزرَج میں ایک لڑائی ایک سو بیس سال جاری رہی اور اس کے سبب رات دن قتل و غارت کی گرم بازاری رہتی تھی لیکن اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں اور جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور جنگجو قبیلوں میں الفت و محبت کے جذبات پیدا کر دیئے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ورنہ یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو دوزخ میں پہنچتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے اس تباہی سے بچا لیا۔

جہنم سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ:

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے لئے دوزخ سے بچنے کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں، چنانچہ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ کچھ فرشتے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سو رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ

سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: آپ کے ان صاحب کی مثال ہے لہٰذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک نے کہا: وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے گھر بنایا، اس میں دستر خوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا تو جس نے اس کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دستر خوان سے کھانا کھا سکا۔ فرشتوں میں سے ایک نے کہا: اس کا مطلب بیان کیجئے تاکہ بات سمجھ میں آجائے۔ ان میں سے ایک نے کہا: یہ تو سو رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا: ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ فرشتوں نے کہا: گھر سے مراد جنت ہے اور بلانے والے سے مراد حضرت محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں تو جس نے محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔ (بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/۴۹۹، الحدیث: ۷۲۸۱)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے ارد گرد کی جگہ کو روشن کر دیا تو اس میں پتنگے اور حشرات الارض گرنے لگے، وہ شخص ان

کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آکر آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم لوگ میری بات نہ مان کر (پتنگوں کے آگ میں گرنے کی طرح) جہنم میں گرے چلے جا رہے ہو۔ (مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ۔۔۔ الخ، ص ۱۲۵۴، الحدیث: ۱۸(۲۲۸۴))

سب سے اعلیٰ نعمت:

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ربّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی سب سے اعلیٰ نعمت ہیں۔ آیت کے شروع میں فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمت کو یاد کرو، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ لہٰذا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یاد کیلئے جو محفل منعقد کی جائے خواہ وہ میلاد شریف کی ہو یا معراج کی یا کوئی اور وہ سب بہت عمدہ ہیں اور حکمِ الٰہی پر عمل ہی کی صورتیں ہیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِؕ-وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰـكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪- فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖۚ-وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ(179)

ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس

پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کردے اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم، یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق و مومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کردے گا۔ اس آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول کچھ اس طرح ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ”میری امت کی پیدائش سے پہلے جب میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے اِستہزاء کے طور پر کہا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر حضور سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ”ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن (اعتراض) کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو

کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: حذافہ، پھر حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ربوبیت پر راضی ہوئے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے، قرآن کے امام و پیشوا ہونے پر راضی ہوئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے معافی چاہتے ہیں۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے؟ کیا تم باز آؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(خازن، اٰل عمران، تحت الآیۃ: ۱۷۹، ۱/۳۲۸)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایسے سوالات کئے گئے جو ناپسند تھے جب زیادہ کئے گئے تو آپ ناراض ہو گئے، پھر لوگوں سے فرمایا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ ایک شخص عرض گزار ہوا: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا "تمہارا باپ حُذافہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا "سالم مولی شیبہ ہے۔ جب حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چہرہ انور کی حالت دیکھی تو عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

(بخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم۔۔۔ الخ، ۱/۵۱، الحدیث: ۹۲)

دوسری روایت یوں ہے: حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سورج ڈھلنے پر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی، پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اس میں بڑے بڑے امور ہیں۔ پھر فرمایا ''جو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتا ہو تو پوچھ لے اور تم مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اسی جگہ بتا دوں گا، پس لوگ بہت زیادہ روئے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: میرا باپ کون ہے؟ ارشاد فرمایا ''تمہارا باپ حذافہ ہے۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بار بار فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزار ہوئے: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خاموش ہو گئے، پھر فرمایا '' ابھی مجھ پر جنت اور جہنم اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئیں، میں نے ایسی بھلی اور بری چیز نہیں دیکھی۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت الظہر عند الزوال، ۱/۲۰۰، الحدیث: ۵۴۰)

ان اَحادیث سے ثابت ہوا کہ سرکارِ عالی وقار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب میں

اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ آیت میں فرمایا گیا کہ "اے عام لوگو! اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے اوران برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سیدُ الانبیاء، حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں، انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطانِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غیب کے علوم عطا فرمائے اور غیبوں کا علم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ "اے لوگو! تمہیں غیب کا علم نہیں دیا جاتا، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، جس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے۔

علمِ غیب سے متعلق 10 احادیث:

(1)... حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میں نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا، اس نے اپنا دستِ قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا، میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی، اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

(سنن ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۵/۱۶۰، الحدیث: ۳۲۴۶)

(2)... سنن ترمذی میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے

مروی روایت میں ہے کہ ”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب میرے علم میں آگیا۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ ص، ۱۵۸/۵، الحدیث: ۳۲۴۴)

(3)... حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”بے شک میرے سامنے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے روشن کی تھی۔ (حلیۃ الاولیاء، حدیر بن کریب، ۱۰۷/۶، الحدیث: ۷۹۷۹)

(4)... حضرت حذیفہ بن اُسید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”گزشتہ رات مجھ پر میری اُمّت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی، بے شک میں ان کے ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے ساتھی کو پہچانتا ہے۔

(معجم الکبیر، حذیفہ بن اسید۔۔۔ الخ، ۱۸۱/۳، الحدیث: ۳۰۵۴)

(5)... حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم لوگوں میں کھڑے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا حتّٰی کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر

جہنم میں پہنچ گئے ۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔ (بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالی: وھو الذی یبدء الخلق۔۔۔ الخ، ۲/۳۷۵، الحدیث: ۳۱۹۲)

(6)... مسلم شریف میں حضرت عمرو بن اخطب انصاری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، ایک دن حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نمازِ فجر سے غروبِ آفتاب تک خطبہ ارشاد فرمایا، بیچ میں ظہر و عصر کی نمازوں کے علاوہ کچھ کام نہ کیا اس میں وہ سب کچھ ہم سے بیان فرمادیا جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا اور ہم میں زیادہ علم والا وہ ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعۃ، ص ۱۵۴۶، الحدیث: ۲۵(۲۸۹۲))

(7)... حضرت انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم بھی تھے، ناگاہ پہاڑ لرزنے لگا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے فرمایا: اے احد! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لو کنت متخذًا خلیلًا، ۲/۵۲۴، الحدیث: ۳۶۷۵)

(8)... حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر سے ایک دن پہلے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں اہلِ بدر کے گرنے یعنی مرنے کی جگہیں دکھائیں اور فرمایا

:کل فلاں شخص کے گرنے یعنی مرنے کی یہ جگہ ہے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا: جو نشان رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جس کے لئے لگایا تھا وہ اسی پر گرا۔ (مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ۔۔۔ الخ، ص ۱۵۳۶، الحدیث: ۷۶(۲۸۷۳))

(9)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سرکارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو ایسی قبروں کے پاس سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا تو ارشاد فرمایا: ''انہیں عذاب ہو رہا ہے اور ان کو عذاب کسی ایسی شے کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا جس سے بچنا بہت مشکل ہو، ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ (بخاری، کتاب الوضوء، ۵۹-باب، ۱/۹۶، الحدیث: ۲۱۸)

(10)... حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: صلح حدیبیہ سے واپسی پر ایک جگہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کے اونٹ مُنْتَشِر ہو گئے، سب اپنے اپنے اونٹ واپس لے آئے لیکن حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اونٹنی نہ ملی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہاں سے اونٹنی لے آؤ، تو میں نے اونٹنی کو اسی حال میں پکڑ لیا جیسا مجھ سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا۔

(معجم الکبیر، ۱۰/۲۲۵، الحدیث: ۱۰۵۴۸)

سورۃ اَلنِّسَاء

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِؕ-وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا(64)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہوجاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت کی دعا فرماتے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے۔

یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اَنبیاء و رُسُل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو معصوم بناتا ہے کیونکہ اگر انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود گناہوں کے مُرتکِب ہوں گے تو دوسرے ان کی اطاعت و اِتّباع کیا کریں گے۔ رسول کی اطاعت اس لئے ضروری ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کا طریقہ

ہی رسول کی اطاعت کرنا ہے۔ اس سے ہٹ کر اطاعتِ الٰہی کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے گا وہ کافر ہو گا اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔

{وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔} آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام فرمایا گیا، البتہ اس میں موجود حکم عام ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو سَرورِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ کی بارگاہ میں آجائیں کہ یہ بارگاہ، ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ ہے، یہاں کی رضا، رب عَزَّوَجَلَّ کی رضا ہے اور یہاں کی حاضری، ربِ کریم عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ کی حاضری ہے، یہاں آئیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ حبیبِ ربُّ العٰلمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بھی شفاعت کیلئے عرض کریں اور نبی مُکَرَّم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کیلئے سفارش فرمادیں تو ان لوگوں پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنا شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”بندوں کو حکم ہے کہ ان (یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ و استغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ

سنتا ہے، اس کا علم، اس کا سَمع (یعنی سننا)، اس کا شُہود (یعنی دیکھنا) سب جگہ ایک سا ہے، مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالٰی:

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا

اگر وہ جو اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالَم حیات ظاہری میں حضور (یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہونا) ظاہر تھا، اب حضورِ مزار پُرانوار ہے اور جہاں یہ بھی مُیَسَّر نہ ہو تو دل سے حضور پُرنور کی طرف توجہ، حضور سے تَوَسُّل، فریاد، اِستِغاثہ، طلبِ شفاعت (کی جائے) کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْبَارِی شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں ”رُوْحُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ“ ترجمہ: نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۱۵/۶۵۴)

یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی

بارگاہ میں حاضر ہوکراور وصالِ ظاہری کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مزار پرانوار پر حاضری دے کر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے، اپنی مغفرت ونجات کی اِلتجاء کرنے اور اپنی مشکلات کی دوری چاہنے کا سلسلہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم سے چلتا آرہا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں:

بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہوکر گناہوں کی معافی چاہنے کا ثبوت:

(1)...حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر ایک خطا سرزد ہوگئی تو آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ اس قدر نادم ہوئے کہ خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا: جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک نہ میں کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، نہ کوئی چیز چکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے۔ حضور پرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو ارشاد فرمایا: اگر یہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا لیکن اب اس نے خود کو باندھ لیا ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھولوں گا۔ سات دن تک حضرت ابولبابہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے نہ کوئی چیز کھائی، نہ پی، نہ چکھی، حتّٰی کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، جب انہیں توبہ کی قبولیت کے بارے میں بتایا گیا تو فرمایا: خدا کی قسم! میں اس وقت تک خود کو نہیں کھولوں گا جب تک کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لاکر

اپنے دستِ اقدس سے مجھے نہیں کھولتے۔ چنانچہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے اور اپنے پیارے صحابی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو بندشوں سے آزاد فرما دیا۔

(دلائل النبوہ للبیہقی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظۃ۔۔۔ الخ، ۴/۱۴-۱۳، خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۷، ۲/۱۹۰)

(2)... بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں توبہ و رُجوع کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں: میں نے ایک ایسا بستر خریدا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے، میں نے آپ کے روئے انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، مجھ سے جو نافرمانی ہوئی میں اس سے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ ارشاد فرمایا: یہ گدا یہاں کیوں ہے؟ عرض کی: میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے خریدا تھا تاکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس پر تشریف فرما ہوں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ان تصویروں (کو بنانے) والے قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا انہیں زندہ کرو۔" اور ارشاد فرمایا: "جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(بخاری، کتاب البیوع، باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال والنساء، ۲/۲۱، الحدیث: ۲۱۰۵)

(3)... حضرت ثوبان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ چالیس صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا بھی تھے جمع ہو کر جبر و قدر میں بحث کرنے لگے تو روحُ الامین حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ غصہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ انار کا دانہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رخسار مبارک پر نچوڑا گیا ہو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے بازو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی ''تُبْنَا اِلَی اللہِ وَرَسُوْلِہٖ'' ہم نے اللہ تعالیٰ اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دربار میں توبہ پیش کی۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''قریب تھا کہ تم اپنے اوپر جہنم کو واجب کر لیتے، میرے پاس جبرائیل امین عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر امت کے پاس تشریف لے جائیں، انہوں نے نیا کام شروع کر دیا ہے۔

(معجم الکبیر، ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۵۹، الحدیث: ۱۴۲۳)

مزار پر انوار پر حاضر ہو کر حاجتیں اور مغفرت طلب کرنے کا ثبوت:

حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضری کا یہ طریقہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں نہ تھا بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصالِ مبارک کے بعد بھی یہ عرض و معروض باقی رہی اور آج تک ساری امت میں چلتی آرہی ہے۔ چنانچہ

(1)...امیر المومنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں قحط پڑ گیا تو صحابیِ رسول حضرت بلال بن حارث المزنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے سلطانِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبرِ انور پر حاضر ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ سرکارِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خواب میں ان سے ارشاد فرمایا: تم حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور بشارت دے دو کہ بارش ہو گی اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ حضرت بلال بن حارث رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور خبر دے دی۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ یہ سن کر رونے لگے، پھر فرمایا: یا رب! عَزَّوَجَلَّ، میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اسی چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، ماذکر فی فضل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ۷/۴۸۲، الحدیث: ۳۵، وفاء الوفاء، الباب الثامن فی زیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، الفصل الثالث، ۲/۱۳۷۴، الجزء الرابع)

(2)...ایک مرتبہ مدینۂ منورہ میں شدید قحط پڑا، اہلِ مدینہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی بارگاہ میں اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: سرکارِ

مدینہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبرِ انور دیکھو اور چھت میں ایک روشندان بناؤ حتّٰی کہ روضۂ منور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے، اہلِ مدینہ نے جیسے ہی روشندان بنایا تو اتنی کثیر بارش ہوئی کہ سبز گھاس اُگ آئی اور اونٹ موٹے ہو گئے یہاں تک کہ گوشت سے بھر گئے۔ (سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالٰی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ، ۱/۵۶، الحدیث: ۹۲)

(3)...بادشاہ ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے مسجدِ نبوی شریف میں مناظرہ کیا، دورانِ مناظرہ ابو جعفر کی آواز کچھ بلند ہوئی تو امام مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اسے (ڈانٹتے ہوئے) کہا: اے امیر المؤمنین! اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالٰی نے ایک جماعت کو ادب سکھایا کہ ''تم اپنی آوازوں کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آواز سے بلند مت کرو۔'' اور دوسری جماعت کی تعریف فرمائی کہ ''بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پست کرتے ہیں۔'' اور ایک قوم کی مذمت بیان کی کہ ''بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔'' بے شک آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عزت و حرمت اب بھی اسی طرح ہے جس طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیات میں تھی۔ یہ سن کر ابو جعفر خاموش ہو گیا، پھر دریافت کیا: اے ابو عبد اللہ! میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف متوجہ ہو کر؟ فرمایا: تم کیوں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منہ پھیرتے ہو حالانکہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے بروز قیامت اللہ

عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں بلکہ تم حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہی کی طرف متوجہ ہوکر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے شفاعت مانگو پھر اللہ تعالیٰ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(شفا شریف، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل واعلم انّ حرمۃ النبی۔۔۔ الخ، ص ۴۱، الجزء الثانی)

(4)... مروان نے اپنے زمانۂ تَسَلُّط میں ایک صاحب کو دیکھا کہ حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبرِ انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہیں، مروان نے (ان کی گردن مبارک پکڑ کر) کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر ان صاحب نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں، میں کسی اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، میں تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حضور حاضر ہوا ہوں، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: دین پر نہ روؤ جب اس کا اہل اس پر والی ہو، ہاں اس وقت دین پر روؤ جبکہ نا اہل والی ہو۔ یہ صحابیِ رسول حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔

(مسند امام احمد، حدیث ابی ایوب الانصاری، ۹/۱۴۸، الحدیث: ۲۳۶۴۶)

(5)... حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور روضۂ انور کی خاکِ پاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، جو آپ نے فرمایا، ہم نے سنا اور جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا، اس میں یہ آیت بھی ہے "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا" میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو

میرے رب عَزَّوَجَلَّ سے میرے گناہ کی بخشش کرائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔ (مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۶۴، ص ۲۳۶)

الغرض یہ آیتِ مبارکہ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظیم مدح و ثنا پر مشتمل ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بہت سے اشعار فرمائے ہیں۔ چنانچہ ''حدائق بخشش'' میں فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جَآءُوْكَ ہے گواہ
پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اور فرمایا:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مَفَر مَقَر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور فرمایا:

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

آیت '' وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا '' سے معلوم ہونے والے احکام:

اس آیت سے 4 باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاجت پیش کرنے کے لئے اُس کے مقبولوں کو وسیلہ

بنانا کامیابی کا ذریعہ ہے۔

(2)...قبرِ انور پر حاجت کے لئے حاضر ہونا بھی " جَآءُوْكَ " میں داخل اور خَیرُ القُرون کا معمول ہے۔

(3)...بعدِ وفات مقبولانِ حق کو "یا" کے ساتھ نِدا کرنا جائز ہے۔

(4)...مقبولانِ بارگاہِ الٰہی مدد فرماتے ہیں اور ان کی دعا سے حاجت روائی ہوتی ہے۔

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ-لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ-وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا (87)

ترجمہ: اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے زیادہ کس کی بات سچی یعنی اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں اس لیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جھوٹ بولنا ناممکن و محال ہے کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور ہر عیب اللہ عَزَّوَجَلَّ کیلئے محال ہے، وہ جملہ عیوب سے پاک ہے۔

اِمکانِ کِذب کا رد:

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کلام میں جھوٹ کا ممکن ہونا ذاتی طور پر محال ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مکمل طور پر صفاتِ کمال ہیں اور جس طرح کسی

صفتِ کمال کی اس سے نفی ناممکن ہے اسی طرح کسی نقص و عیب کی صفت کا ثبوت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی فرمان

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

اس عقیدے کی بہت بڑی دلیل ہے، چنانچہ اس آیت کے تحت علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اس آیت میں اِستِفہامِ انکاری ہے یعنی خبر، وعدہ اور وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا جھوٹ تو بِالذّات محال ہے کیونکہ جھوٹ خود اپنے معنی ہی کی رو سے قبیح ہے کہ جھوٹ واقع کے خلاف خبر دینے کا نام ہے۔ (مدارک، النساء، تحت الآیۃ: ۸۷، ص ۲۴۳)

علامہ بیضاوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس سے انکار فرماتا ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو کیونکہ اس کی خبر تک تو کسی جھوٹ کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔

(بیضاوی، النساء، تحت الآیۃ: ۸۷، ۲/۲۲۹)

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ (بقرہ: ۸۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا۔

اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید میں جھوٹ سے پاک ہے، ہمارے اصحاب اہلِ سنت و جماعت اس دلیل سے کذبِ الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کیونکہ جھوٹ صفتِ نقص ہے اور نقص اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور مُعتَزِلہ اس دلیل سے اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو مُمْتَنِع مانتے ہیں کیونکہ جھوٹ فِی نَفْسِہٖ قبیح ہے تو اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا محال ہے۔ الغرض ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا اصلاً ممکن ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۰، ۱/۵۶۷، ملخصًا)

شاہ عبدُ العزیز محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی خبر اَزلی ہے، کلام میں جھوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے، اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے۔

(تفسیر عزیزی (مترجم)، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۸۰، ۲/۵۴۷، ملخصًا)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (انعام: ۱۱۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور سچ اور انصاف کے اعتبار سے تیرے رب کے کلمات

مکمل ہیں۔ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سننے والا، جاننے والا ہے۔

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: یہ آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات بہت سی صفتوں کے ساتھ موصوف ہے، ان میں سے ایک صفت اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے دلائل کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کذب کو محال مانا جائے۔

(تفسیر کبیر، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۱۵، ۵/۱۲۵)

نیز جھوٹ فِی نَفسِہٖ دو باتوں سے خالی نہیں، یا تو وہ نقص ہوگا یا نہیں ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جھوٹ ضرور نقص ہے اور جب یہ نقص ہے تو بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہوگیا کیونکہ وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ دوسری صورت میں اگر جھوٹ کو نقص و عیب نہ بھی مانا جائے تو بھی یہ اللہ تعالیٰ کے لئے محال ہے کیونکہ اگر جھوٹ نقص نہیں تو کمال بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ نہ صرف نقص و عیب سے پاک ہے بلکہ وہ ہر اس شئے سے بھی پاک ہے جو کمال سے خالی ہو اگرچہ وہ نقص و عیب میں سے نہ بھی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت صفتِ کمال ہے اور جس میں کوئی کمال ہی نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت کس طرح ہو سکتا ہے۔

یاد رہے کہ لوگوں کے جھوٹ بولنے پر قادر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ناممکن و محال ہونے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ لوگوں کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ گئی یعنی یہ کہنا کہ بندہ جھوٹ بول سکے اور اللہ تعالیٰ جھوٹ نہ بول سکے، اس سے لازم آتا ہے کہ انسان کی قدرت مَعَاذَ اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گئی، یہ بات سراسر غلط ہے نیز اگر یہ بات سچی ہو کہ آدمی جو کچھ کر سکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح نکاح کرنا اور بیوی سے ہم بستری کرنا وغیرہ انسان کی قدرت میں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی مَعَاذَ اللہ یہ کر سکتا ہے، یونہی اگر وہ بات سچی ہو تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جس طرح آدمی کھانا کھانے، پانی پینے، اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دینے، آگ سے جلانے، خاک اور کانٹوں پر لٹانے کی قدرت رکھتا ہے تو پھر یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ بھی اپنے لئے کر سکتا ہو گا۔ ان صورتوں میں انسان ہر طرح خدائی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہو تو وہ ناقص و محتاج ہوا اور ناقص و محتاج خدا نہیں ہو سکتا اور اگر نہ کر سکا تو عاجز ٹھہرے گا اور کمالِ قدرت میں آدمی سے کم ہو جائے گا اور عاجز خدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے اور محال پر قدرت کی تہمت سے پاک اور مُنَزَّہ ہے، نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر ہے نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب و نقص پر قادر ہونا اس کی قُدُّوسی شان کے لائق ہے۔

نوٹ: اس مسئلے پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں:

(1) سُبْحٰنُ السُّبُّوْح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْح (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)۔

(2) دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنِ السُّبُّوْح۔ (رسالہ سُبْحٰنُ السُّبُّوْح کے باغ کا دامن)

(3) اَلْقَمْعُ الْمُبِیْنُ لِآمَالِ الْمُکَذِّبِیْنَ (اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ ممکن ماننے والوں کے استدلال کا رد)۔

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۟ فَمَنۡ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ یَّكُوۡنُ عَلَیۡهِمۡ وَكِیۡلًا (109)

ترجمہ: ۔(اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا کون ان کا کارساز ہوگا؟

یہاں عام لوگوں سے اور بطورِ خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ اے لوگو! سن لو، تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والا مجرم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور

اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے عذاب کا فیصلہ فرمادے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہوگا؟ یعنی جیسے دنیا میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں جھگڑنا ناممکن ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

شفاعت کا ثبوت:

یاد رہے کہ اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ محبوبوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے رب تعالیٰ سے ناز کے طور پر جھگڑنا آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورۂ بقرہ: ۲۵۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرسکے۔

اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”قیامت کے دن جب کچے بچے کے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ جہنم میں داخل کرے گا تو وہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑے گا۔ فرمایا جائے گا ”اَیُّھَا السَّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ“ اے کچے بچے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے جھگڑنے والے! اپنے ماں باپ کو جنت میں لے جا، تب وہ انہیں اپنے ناف سے کھینچے گا حتّٰی کہ انہیں جنت

میں داخل کردے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فیمن اصیب بسقط، ۲/۲۷۳، الحدیث: ۱۶۰۸)

مگر یہ جھگڑا رب کریم کی بارگاہ میں ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

سورۃ اَلْمَآئِدَۃ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ-قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔـا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ-وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ-يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ-وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (17)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرمادو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ نجران کے عیسائیوں نے یہ بات کہی ہے اور نصرانیوں کے فرقہ یعقوبیہ وملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ وہ

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ بتاتے ہیں کیونکہ وہ حُلُول کے قائل ہیں اور ان کا اعتقادِ باطل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے، مَعَاذَ اللہ ثُمَّ مَعَاذَ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکمِ کفر دیا اور اس کے بعد اُن کے مذہب کا فساد بیان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اُلوہِیَّت کی تردید:

اس آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی الوہیت کی کئی طرح تردید ہے۔

(1)... حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو موت آسکتی ہے، اور جسے موت آسکتی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(2)... آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، اور جس میں یہ صفات ہوں وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔

(3)... اللہ تعالیٰ تمام آسمانی اور زمینی چیزوں کا مالک ہے اور ہر چیز رب عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہے، اگر کسی میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہوتا تو وہ اللہ کا بندہ نہ ہوتا حالانکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

(4)... اللہ تعالیٰ از خود خالق ہے، اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں اُلوہیت ہوتی تو

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی از خود خالق ہوتے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ﳓ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ(20)

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں کا ذکر فرمایا اور بطورِ خاص تین نعمتیں یہاں بیان فرمائیں:

(1)...بنی اسرائیل میں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے۔

(2)...بنی اسرائیل کو حکومت و سلطنت سے نوازا گیا۔ بنی اسرائیل آزاد ہوئے اور فرعونیوں کے ہاتھوں میں قید ہونے کے بعد اُن کی غلامی سے نجات پائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مُلوک یعنی بادشاہ سے مراد ہے خادموں اور سواریوں کا مالک ہونا۔ حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی خادم اور عورت اور سواری رکھتا وہ مَلِک کہلایا جاتا ہے۔

(در منثور، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۲۰، ۳/۴۶)

(3)...بنی اسرائیل کو وہ نعمتیں ملیں جو کسی دوسری قوم کو نہ ملیں جیسے منّ و سلویٰ اترنا، دریا کا پھٹ جانا، پانی سے چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہا۔

میلاد منانے کا ثبوت:

اس آیت میں بیان کی گئی پہلی نعمت سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو اس کے ذکر کرنے کا حکم دیا کہ وہ برکات و ثمرات کا سبب ہے۔ اس سے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا میلاد مبارک منانے اور اس کا ذکر کرنے کی واضح طور پر دلیل ملتی ہے کہ جب انبیاءِ بنی اسرائیل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی تشریف آوری نعمت ہے اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری تو اس سے بڑھ کر نعمت ہے کہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران: ۱۶۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا جب ان میں عظیم رسول مبعوث فرمایا۔

لہٰذا اسے یاد کرنے کا حکم بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (24)

ترجمہ:۔(پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ جہاد میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی افضلیت:

اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ والوں سے کہیں افضل ہیں کیونکہ ان حضرات نے کسی سخت موقعہ پر بھی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا رُوکھا جواب نہ دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر قربان کر دیا جیسے حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام نبیوں کے سردار ہیں ایسے ہی حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی جانثاری کے بارے میں جاننے کے لئے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جنگِ بدر کے موقع پر سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم سے مشورہ فرمایا تو حضرت

سعد بن عبادہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھڑے ہو کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہماری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں، اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم ارشاد فرمائیں تو ہم اس میں کود جائیں گے۔ (مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ البدر، ص ۹۸۱، الحدیث: ۸۳(۱۷۷۹))

انصار کے ایک معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہم حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کا خدا عَزَّوَجَلَّ جاکر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا چہرہ انور خوشی سے چمک اٹھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالی: اذ تستغیثون ربکم۔۔۔الخ، ۳/۵، الحدیث: ۳۹۵۲)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(35)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

آیت میں وسیلہ کا معنی یہ ہے کہ ”جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادات چاہے فرض ہوں یا نفل، ان کی ادائیگی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا

قرب حاصل کرو۔ اور اگر تقویٰ سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام چیزوں کو چھوڑ دینا مراد لیا جائے اور وسیلہ تلاش کرنے سے مُطْلَقاً ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کا سبب بنے مراد لی جائے تو بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے محبت، صدقات کی ادائیگی، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی زیارت، دعا کی کثرت، رشتہ داروں سے صِلہ رَحمی کرنا اور بکثرت ذِکْرُ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں مشغول رہنا وغیرہ بھی اسی عموم میں شامل ہے۔ اب معنی یہ ہوا کہ ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قریب کر دے اسے لازم پکڑ لو اور جو بارگاہِ الٰہی سے دور کرے اسے چھوڑ دو۔ (صاوی، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۳۵، ۲/۴۹۷)

نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے:

یاد رکھئے! رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے تَوَسُّل سے بارگاہِ ربِّ قدیر عَزَّوَجَلَّ میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے اِلتجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اس سے متعلق یہاں 3 روایات ملاحظہ ہوں:

(1)...صحیح بخاری میں حضرت انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عباس بن عبدُالمطلب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے

''اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا'' اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا جان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔ (بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۱/۳۴۶، الحدیث: ۱۰۱۰)

(2)... حضرت اوس بن عبداللہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینۂ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے اس کی شکایت کی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے فرمایا: رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قبرِ انور کی طرف غور کرو، اس کے اوپر (چھت میں) ایک طاق آسمان کی طرف بنا دو حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا کیا تو ہم پر اتنی بارش برسی کہ چارہ اُگ گیا اور اونٹ موٹے ہو گئے حتّٰی کہ چربی سے گویا پھٹ پڑے، تو اس سال کا نام عَامُ الْفَتْق یعنی پھٹن کا سال رکھا گیا۔

(سنن دارمی، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ۔۔۔ الخ، ۱/۵۶، الحدیث: ۹۲)

(3)... بلکہ خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنے کی تعلیم ایک صحابی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو دی، چنانچہ حضرت عثمان بن حُنَیف رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں حاضر ہو کر دعا

کے طالب ہوئے تو ان کو یہ دعا ارشاد فرمائی ’’ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسْاَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیۡ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیۡ فِیۡ حَاجَتِیۡ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ‘‘ اے اللہ !عَزَّوَجَلَّ، می ں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کی تاکہ میری حاجت پوری کردی جائے، اے اللہ !عَزَّوَجَلَّ، میرے لئے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت قبول فرما۔

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسّنّۃ فیہا، باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، ۲/۱۵۶، الحدیث:۱۳۸۵)

نوٹ: جو شخص اس حدیثِ پاک میں مذکور دعا پڑھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اس دعا میں ان الفاظ ’’یَا مُحَمَّدُ ‘‘کی جگہ ’’ یَا نَبِیَّ اللہ ‘‘یا ’’ یَارَسُوْلَ اللہ ‘‘ پڑھے۔ اس بارے میں مزید تفصیل جاننے کے لئے سورہ فاتحہ کی آیت نمبر 4 کی تفسیر میں مذکور کلام ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ الانعام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ۬ؕ-ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ(1)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

برا کام کر کے اللہ تعالیٰ کی مشیت کی طرف منسوب کرنا:

یہاں ایک بات ذہن نشین رکھیں کہ اگرچہ ہر اچھی بری چیز کو پیدا فرمانے والا رب تعالیٰ ہے لیکن برا کام کر کے تقدیر کی طرف نسبت کرنا اور مشیتِ الٰہی کے حوالے کرنا بری بات ہے، بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کہے اور جو برائی سرزد ہو اسے اپنے نفس کی شامت تصور کرے۔

شرک کی تعریف:

شرک کی تعریف یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی غیر کو واجبُ الوجود یا لائقِ عبادت سمجھا جائے۔ حضرت علامہ سعدُ الدین تفتازانی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ شرک کی حقیقت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: ''اَلْاِشْتِرَاكُ هُوَاِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِي

اَلْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰى وُجُوْبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰى اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ " یعنی "شرک یہ ہے کہ خدا کی اُلوہیت (یعنی معبود ہونے) میں کسی کو شریک کرنا اس طرح کہ کسی کو واجبُ الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حقدار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا خیال ہے۔

(شرح عقائد نسفیہ، مبحث الافعال کلہا بخلق اللہ تعالی والدلیل علیہا، ص ۷۸)

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنّت امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "آدمی حقیقۃً کسی بات سے مشرک نہیں ہوتا جب تک غیرِ خدا کو معبود یا مستقل بالذّات و واجبُ الوجود نہ جانے۔ (فتاوی رضویہ، ۲۱/۱۳۱)

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں "شرک کے معنی غیرِ خدا کو واجبُ الوجود یا مستحقِ عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے اس کے سوا کوئی بات کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقۃً شرک نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ اول، ایمان وکفر کا بیان، ۱/۱۸۳)

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ(11)

ترجمہ: تم فرمادو: زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

سفر کر کے مزاراتِ اولیاء پر جانا جائز ہے:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمانی قوت حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا باعثِ رحمت ہے اور اس آیت سے ان لوگوں کا بھی رد ہوتا ہے جو صرف تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں، حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "ان تین مسجدوں کے سوا کسی کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں (1) مسجدِ حرام۔ (2) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مسجد۔ (3) مسجدِ اقصیٰ۔

(بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، باب مسجد بیت المقدس، ۱/۴۰۳، الحدیث: ۱۱۹۷)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف اس لئے سفر کر کے جانا کہ وہاں نماز کا ثواب زیادہ ہے ممنوع ہے کیونکہ ان کے علاوہ سب مسجدوں میں نماز پڑھنے کا ثواب برابر ہے۔ اگر اس حدیث کے یہ معنی کئے جائیں کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا حرام ہے یا ان تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور سفر کرنا جائز نہیں تو یہ حدیث قرآنِ مجید کی اس آیت اور دیگر احادیث کے بھی خلاف ہوگی، نیز اس معنی کے حساب سے کہیں کا کوئی سفر کسی مقصد کے لئے جائز نہ ہو گا مثلاً جہاد، طلبِ علم، تبلیغِ دین، تجارت، سیاحت وغیرہ کسی کام کے لئے سفر جائز نہ ہو گا اور یہ امت کے اجماع کے خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ سفر کر کے

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کے مزارات پر جانا ممنوع و حرام نہیں بلکہ جائز اور مستحسن ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌۚ-اِنْ اَتَّبِـعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّؕ-قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُؕ-اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ(50)

ترجمہ:۔(اے حبیب!)تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے۔ تم فرماؤ، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتے ہیں ؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے ؟

تفسیر:

کفار کا طریقہ تھا کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے طرح طرح کے سوال کیا کرتے تھے، کبھی کہتے کہ آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سی دولت اور مال دے دیجئے تاکہ ہم کبھی محتاج نہ ہوں اور ہمارے لئے پہاڑوں کو سونا کردیجئے۔ کبھی کہتے کہ گزشتہ اور آئندہ کی خبریں سنائیے اور ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کہ کیا کیا پیش آئے گا؟ تاکہ ہم منافع حاصل کرلیں اور نقصانوں سے بچنے کیلئے پہلے سے انتظام کرلیں۔ کبھی کہتے ہمیں

قیامت کا وقت بتادیں کہ کب آئے گی ؟ کبھی کہتے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے بھی ہیں اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ اُن کی اِن تمام باتوں کا اِس آیت میں جواب دیا گیا کہ تمہارا یہ کلام نہایت بے محل اور جاہلانہ ہے کیونکہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرتا ہو اُس سے وہی باتیں دریافت کی جاسکتی ہیں جو اُس کے دعوے سے تعلق رکھتی ہوں، غیر متعلق باتوں کا دریافت کرنا اور اُن کو اُس کے دعوے کے خلاف دلیل و حجت بنانا انتہا درجے کی جہالت ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمادیجئے کہ میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق تمہارا دعویٰ پورا نہ کروں تو تم رسالت کے منکر ہوجاؤ اور نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں بہانہ کرسکو۔ نیز نہ میں نے فرشتہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ کھانا پینا اور نکاح کرنا قابلِ اعتراض ہو تو جن چیزوں کا دعویٰ ہی نہیں کیا، اُن کا سوال کرنا ہی بے موقع محل ہے اور ایسے سوال کو پورا کرنا بھی مجھ پر لازم نہیں۔ میرا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر زبردست دلیلیں اور قوی بُرہانیں قائم ہوچکیں تو غیر متعلق باتیں پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کا رد:

اس سے صاف واضح ہوگیا کہ اس آیتِ کریمہ کو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غیب

پر مطلع کئے جانے کی نفی کے لئے سند بنانا ایسا ہی بے محل ہے جیسا کفار کا ان سوالات کو انکارِ نبوت کی دستاویز بنانا بے محل تھا۔ مذکورہ بالا کلام کو پڑھنے کے بعد اب دوبارہ آیت کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے، اسے پڑھیں اور غور کریں کہ کیا واقعی آیت میں یہی بیان نہیں کیا گیا، فرمایا: (اے حبیب!) تم فرمادو: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے اور یہی نبی کا کام ہے لہٰذا میں تمہیں وہی دوں گا جس کی مجھے اجازت ہوگی اور وہی بتاؤں گا جس کی اجازت ہوگی اور وہی کروں گا جس کا مجھے حکم ملا ہو۔ اس آیت سے حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ عطائی کی نفی کسی طرح مراد ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس صورت میں آیتوں میں تعارُض کا قائل ہونا پڑے گا اور وہ بالکل باطل ہے۔ (خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۱۷، مدارک، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ص ۳۲۲، جمل، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۲/۳۵۳، ملتقطاً۔)

علامہ نظامُ الدین حسن بن محمد نیشا پوری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ’’ارشاد ہوا کہ ’’اے نبی! فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں‘‘ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میرے پاس نہیں (بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ہیں مگر

حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں (اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے ایسا فرمایا) اور وہ خزانے ''تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم'' ہیں، حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا ''میں نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو خود فرماتے ہیں ''مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب کا علم مجھے عطا کیا گیا۔ (تفسیر نیشاپوری، الانعام، تحت الآیۃ: ۵۰، ۳/۸۳۔)

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖؕ-وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ(68)

ترجمہ: اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

بدمذہبوں کی محفلوں میں جانے اور ان کی تقاریر سننے کا شرعی حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفار اور بے دینوں کے

جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، ان میں جانا، شرکت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''آخری زمانہ میں جھوٹے دجال ہوں گے جو تمہارے پاس وہ احادیث لائیں گے جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے باپ داداؤں نے، ان کو اپنے اور اپنے کو ان سے دور رکھو، وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحمّلھا، ص۹، الحدیث:۷(۷))

البتہ علماء جو ان بد مذہبوں کا رد کرنے کیلئے جاتے ہیں وہ اِس حکم میں داخل نہیں۔ یاد رہے کہ بدمذہبوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا ناجائز و حرام اور اپنے آپ کو بدمذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ ان کی تقاریر آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوں خواہ احادیثِ مبارکہ پر، اچھی باتیں چننے کا زعم رکھ کر بھی انہیں سننا ہرگز جائز نہیں۔ عین ممکن بلکہ اکثر طور پر واقع ہے کہ گمراہ شخص اپنی تقریر میں قرآن و حدیث کی شرح و وضاحت کی آڑ میں ضرور کچھ باتیں اپنی بدمذہبی کی بھی ملا دیا کرتے ہیں، اور قوی خدشہ بلکہ وقوع کا مشاہدہ ہے کہ وہ باتیں تقریر سننے والے کے ذہن میں راسخ ہو کر دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ و بے دین کی تقریر و گفتگو سننے والا عموماً خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہمارے اسلاف اپنے ایمان کے بارے میں بے حد محتاط ہوا کرتے تھے، لہٰذا باوجود یہ کہ وہ عقیدے میں انتہائی مُتَصَلِّب و پختہ ہوتے پھر بھی وہ کسی

بدمذہب کی بات سننا ہرگز گوارانہ فرماتے تھے اگرچہ وہ سو بار یقین دہانی کراتا کہ میں صرف قرآن و حدیث بیان کروں گا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امام اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس بارے میں اسلاف کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سیدنا سعید بن جبیر شاگردِ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو راستہ میں ایک بد مذہب ملا۔ کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ”وَلَا نِصْفَ کَلِمَۃٍ“ آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، یہ ان میں سے ہے یعنی گمراہوں میں سے ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگردِ انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دو بد مذہب آئے۔ عرض کی، کچھ آیاتِ کلام اللہ آپ کو سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی کچھ احادیثِ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ انہوں نے اصرار کیا۔ فرمایا، تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی: اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے؟ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔ پھر فرمایا ”ائمہ کو تو یہ خوف اور اب عوام کو یہ جرأت ہے، وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ دیکھو! امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بتائی، ”اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ“ ان (بدمذہبوں) سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ دیکھو! نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عَزَّوَجَلَّ نے بتائی،

”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ“ (انعام: ۶۸)

یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۱۰۶، ۱۰۷ ملخصًا)

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (74)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا، کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔

یہ آیت مشرکینِ عرب پر حجت ہے جو حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو قابلِ تعظیم جانتے تھے اور اُن کی فضیلت کے معترف تھے انہیں دکھایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت پرستی کو کتنا بڑا عیب اور گمراہی بتاتے ہیں اور اپنے چچا آزر سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم بتوں کو اپنا معبود بناتے ہو؟ بیشک میں تمہیں اور

تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ تو جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بتوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! اگر تم ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مانتے ہو تو تم بھی بت پرستی چھوڑ دو۔

آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا چچا تھا یا باپ:

یہاں آیت میں آزر کیلئے ”اَبْ“ کا لفظ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا ایک معنی ہے ”باپ“ اور دوسرا معنی ہے ”چچا“ اور یہاں اس سے مراد چچا ہے، جیساکہ قاموس میں ہے: آزر حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا کا نام ہے۔

(القاموس المحیط، باب الراء، فصل الھمزۃ، ۱/۴۹۱، تحت اللفظ: الازر)

اور امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ”مَسَالِکُ الْحُنَفَاء“ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ نیز چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں اور قرآن و حدیث میں بھی چچا کو باپ کہنے کی مثالیں موجود ہیں، جیساکہ قرآنِ کریم میں ہے

” نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا “(بقرہ:۱۳۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ و اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے۔

اس میں حضرت اسمٰعیل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے چچا ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ" میرے باپ کو میرے پاس لوٹا دو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، حدیث فتح مکۃ، ۸/۵۳۰، الحدیث: ۳) یہاں "اَبِی" سے حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ مراد ہیں جو کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا ہیں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘-وَ هُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَۚ-وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ(103)

ترجمہ: آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے۔

اِس آیت کا مفہوم سمجھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ عقائد کے متعلق بہت سے مسائل کا دارومدار اِسی پر ہے۔

آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے متعلق اہلسنّت کا عقیدہ:

یاد رکھیں کہ اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مومنوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اہلِ سنت کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث، اجماعِ صحابہ اور اکابر بزرگانِ دین کے کثیر دلائل سے ثابت ہے۔

دیدارِ الٰہی کے قرآنِ پاک سے تین دلائل:

(1)...ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌۙ(۲۲) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (القیامه:۲۲،۲۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

(2)...اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا:

"لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌ" (یونس:۲۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد۔

صحاحِ ستہ کی بہت حدیثیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ اس آیت میں زیادت سے دیدارِ الٰہی مراد ہے۔

(3)... حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کی "رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ" اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ اس پر انہیں جواب ملا "لَنْ تَرٰىنِیْ" تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ (اعراف:۱۴۳) اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیدار ناممکن ہے کیونکہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عارِف باللہ ہیں، اگر دیدارِ الٰہی ممکن نہ ہوتا تو آپ ہرگز سوال نہ فرماتے، اس سے ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی ممکن ہے۔

دیدارِ الٰہی کے احادیث سے 3 دلائل:

احادیث بھی اس بارے میں بکثرت ہیں، ان میں سے 3 احادیث درج ذیل ہیں:

(1)...مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا "کیا تم چاہتے ہو کہ تم پر اور زیادہ عنایت کروں؟ وہ عرض کریں گے: یارب! عَزَّوَجَلَّ کیا تو نے ہمارے چہرے سفید نہیں کئے؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ کیا تو نے ہمیں دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "پھر پردہ اٹھا دیا جائے گا تو دیدارِ الٰہی انہیں ہر نعمت سے زیادہ پیارا ہو گا۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربہم سبحانہ وتعالی، ص۱۱۰، الحدیث: ۲۹۷(۱۸۱))

(2)...حضرت جریر بن عبداللہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "ہم سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ رات کے وقت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: "عنقریب تم اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کرو گے۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، ۱/۲۰۳، الحدیث: ۵۵۴)

(3)...حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں

تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے ؟ عرض کی: نہیں۔ ارشاد فرمایا: چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا تمہیں چاند دیکھنے سے کوئی تکلیف ہوتی ہے ؟ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: نہیں، ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم ! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تمہیں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند دیکھنے سے ہوتی ہے۔

(مسلم، کتاب الزہد والرقائق، ص۱۵۸۷، الحدیث: ۱۶(۲۹۶۸))

ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آخرت میں مؤمنین کے لئے دیدارِ الٰہی شرع میں ثابت ہے اور اس کا انکار گمراہی۔ گمراہ لوگ اِس آیت کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کا انکار کرتے ہیں، ہم یہاں آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں اس سے سارا معاملہ واضح ہو جائے گا۔ آیت کے مفہوم کو کافی آسان کیا ہے لیکن پھر بھی اسے مکمل طور پر علماء ہی سمجھ سکتے ہیں لہٰذا عوام کی خدمت میں یہی عرض ہے کہ اوپر تک جو بیان ہوا وہی ان کیلئے کافی ہے اور نیچے کی بحث پر زیادہ دماغ نہ لڑائیں اور اگر ضرور ہی سمجھنا ہے تو کسی صحیح العقیدہ، ماہر سنی عالم سے سمجھیں۔

آیت "لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" کا مفہوم:

اِدراک کے معنٰی ہیں کہ دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہو کر فلاں جگہ ختم ہو گئی جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر

سے شروع ہو کر پاؤں پر ختم ہو گیا، اِسی کو اِحاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں۔ اِدراک کی یہی تفسیر حضرت سعید بن مُسَیَّبْ اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے اور جمہور مفسرین اِدراک کی تفسیر اِحاطہ سے فرماتے ہیں اور اِحاطہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور جہت محال ہے تو اس کا ادراک واحاطہ بھی ناممکن۔ یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ خارجی اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقے اِدراک اور رُویت میں فرق نہیں کرتے، اس لئے وہ اس گمراہی میں مبتلا ہو گئے کہ انہوں نے دیدارِ الٰہی کو محالِ عقلی قرار دے دیا، حالانکہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا نہیں جا سکتا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جانا بھی نہیں جا سکتا اور جیسے کائنات میں موجود تمام چیزوں کے برخلاف کیفیت وجہت کے بغیر اللہ عَزَّوَجَلَّ کو جانا جا سکتا ہے ایسے ہی دیکھا بھی جا سکتا ہے کیونکہ اگر دوسری موجودات بغیر کیفیَّت و جہت کے دیکھی نہیں جا سکتیں تو جانی بھی نہیں جا سکتیں۔ اس کلام کی بنیاد یہ ہے کہ دیکھنے کے معنی یہ ہیں کہ بصر (دیکھنے کی قوت) کسی شے کو جیسی وہ ہو ویسا جانے تو جو شے جہت والی ہوگی، اس کا دیکھا جانا جہت میں ہوگا اور جس کے لئے جہت نہ ہوگی اس کا دیکھا جانا بغیر جہت کے ہوگا۔

وَ لَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَ

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ یَجْهَلُوْنَ(111)

ترجمہ: اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اُتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے جمع کر دیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں اکثر لوگ جاہل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق دو اہم مسائل:

اس مقام پر دو اہم مسائل ذہن نشین رکھیں:

(1)...اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کوئی کرنے والا تھا وہ سب اللہ تعالیٰ کے علمِ ازلی میں تھا اور اس نے وہی لکھ دیا، تو یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا، زید کے ذمے برائی لکھی اس لئے کہ زید برائی کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو وہ اس کے لئے بھلائی لکھتا تو اللہ تعالیٰ کے علم یا اس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔

(2)...یہ درست ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے ارادہ، اس کی مشیت اور اس کی قضاء سے وجود پذیر ہوتے ہیں لیکن قادر و قدیر رب عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے بس، مجبور اور بالکل بے اختیار نہیں بنایا بلکہ اسے ایک قسم کا اختیار دیا ہے کہ کوئی کام چاہے تو کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی

ہے کہ اپنا برا بھلا، نفع و نقصان پہچان سکے، پھر نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی میں سے جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس انسان میں پیدا فرما دیتا ہے اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اگر انسان نیکی یا بدی، اچھائی یا برائی پر کوئی اختیار ہی نہیں رکھتا تو انبیاءِ کرام عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ہدایت کے لئے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مُکَلَّف کرنا اور اسے اس کے اعمال کی جزاء و سزا دینا سب بے معنی اور عبث ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان وہی لائیں گے جن کے ایمان کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اور کفر وہی کریں گے جن کے کفر کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے کفر کا اس لئے ارادہ فرماتا ہے کہ وہ کفر کو اختیار کرتے ہیں۔

وَ مَا لَكُمۡ اَلَّا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَ قَدۡ فَصَّلَ لَكُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَيۡهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيۡرًا لَّيُضِلُّوۡنَ بِاَهۡوَآئِهِمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُعۡتَدِيۡنَ (119)

ترجمہ: اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہارے لئے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کرچکا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی طرف تم مجبور ہو جاؤ اور بیشک بہت سے لوگ لاعلمی میں اپنی خواہشات کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک

تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

حلال و حرام چیزوں کے متعلق نہایت اہم اصول:

اس سے معلوم ہوا کہ قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا مفصل ذکر ہوتا ہے اور جس چیز کو حرام نہ فرمایا گیا ہو وہ حلال ہے۔ حرام چیزوں کا تفصیلی بیان متعدّد سورتوں میں اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرامین میں موجود ہے۔ یونہی مجبوری کی حالت میں حرام چیز کھانے کا بیان قرآنِ پاک میں کئی جگہ موجود ہے۔

حلال چیزیں حرام قرار دینے والوں کو نصیحت:

اس آیتِ کریمہ کو پڑھ کر وہ لوگ غور کریں جو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے چیزوں کو حرام یا حلال قرار دے کر گمراہ کرتے ہیں، شریعت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اسی طرح ان حضرات کو بھی غور کرنے کی حاجت ہے جو اس جانور کو حرام کی صف میں داخل کر دیتے ہیں کہ جسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا اور اس سے مقصود کسی ولی یا بزرگ کو ثواب پہنچانا تھا۔

اس آیتِ مبارکہ سے ان لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے جو بغیر علم محض اپنی رائے سے حرام و حلال کا غلط فتویٰ دیتے ہیں۔

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗؕ-سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ

اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا كَانُوْا یَمْكُرُوْنَ(124)

ترجمہ: اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے خوب جانتا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھے۔ عنقریب مجرموں کو ان کے مکروفریب کے بدلے میں اللہ کے ہاں ذلت اور شدید عذاب پہنچے گا۔

عقیدہ نبوت کے بارے میں چند اہم باتیں:

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا چناؤ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اعمال، قومیت یا مال کی وجہ سے نبوت نہیں ملتی۔ عقیدہ نبوت سے متعلق چند اہم باتیں یاد رکھنے کی ہیں:

(1)...نبوت کو کسبی ماننے والے کا شرعی حکم

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادت وریاضت کے ذریعے کوشش کر کے اسے حاصل کر سکے بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے کہ جسے چاہتا ہے اسے اپنے فضل سے نبوت عطا فرماتا ہے، ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس عظیم منصب کے قابل بناتا ہے، جو نبوت کا منصب ملنے سے پہلے ہر طرح کے برے اور مذموم اخلاق سے پاک اور اچھے اور

قابلِ تعریف تمام اخلاق سے مزین ہو کر ولایت کے جملہ مَدارج طے کر چکتا ہے، اور اپنے نسب و جسم، قول و فعل، حرکات و سکنات میں ہر ایسی بات سے پاک و صاف ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو، اُسے عقلِ کامل عطا کی جاتی ہے، جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے، کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اُس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور جو اِسے کسبی مانے کہ آدمی اپنے کسب و ریاضت سے منصبِ نبوت تک پہنچ سکتا ہے، کافر ہے۔

(2)... نبی سے نبوت کا زوال ممکن ماننے کا شرعی حکم

جو شخص نبی سے نبوت کا زوال ممکن مانے وہ کافر ہے۔

(3)... اماموں کو انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح معصوم سمجھنے کا شرعی حکم

نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور فرشتے کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ اماموں کو انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔ عصمتِ انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ ہو چکا، جس کے سبب اُن سے گناہ کا صادر ہونا شرعاً محال ہے، جبکہ ائمہ و اکابر اولیا کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کا کوئی وعدہ نہیں، ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں محفوظ رکھتا ہے کہ اُن سے گناہ ہوتا نہیں اور اگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔

(4) انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شرک و کفر اور ہر ایسے کام سے جو لوگوں کے لیے باعثِ نفرت ہو، جیسے جھوٹ، خیانت اور جہل وغیرہ مذموم صفات سے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مُرُوّت کے خلاف ہیں، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بالاجماع معصوم ہیں اور کبیرہ گناہوں سے بھی مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ جان بوجھ کر صغیرہ گناہ کرنے سے بھی نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد معصوم ہیں۔

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقۂ نبوت، ۱/۳۹-۳۶، ملخصًا)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہار شریعت جلد 1 کے پہلے حصے کا مطالعہ کیجئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍؕ- اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ(159)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور خود مختلف گروہ بن گئے اے حبیب! آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ صرف اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔

اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، ان میں سے دو قول درج ذیل ہیں:

(1)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں "ان لوگوں سے

مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بعثت سے پہلے وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے اور بعد میں مختلف فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۵/۱۴۳۰)

(2)... حضرت حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "ان سے تمام مشرکین مراد ہیں کیونکہ ان میں سے بعض نے بتوں کی پوجا کی اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ بعض نے فرشتوں کی عبادت کی اور کہا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بعض نے ستاروں کی پرستش کی، تو یہ ان کی دین میں تفریق ہے۔

(خازن، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۲/۷۲)

فرقہ بندی کا سبب اور حق پر کون؟

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے اور انہیں اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ ان سے پہلے لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۵۹، ۵/۱۴۳۰)

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں مسلمانوں کو ایک نظریے پر متفق ہونے، دین میں فرقہ بندی اور بِدعات اختیار کرنے سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ فی زمانہ بعض لوگ یہ

سوال کرتے ہیں کہ اسلام میں فرقہ بندی کیوں ہے اور ان میں حق پر کون ہے؟ اس سلسلے میں چند باتیں ذہن نشین کر لیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ! آپ پر خود ہی واضح ہو جائے گا کہ فرقہ بندی کا اصل سبب کیا ہے اور مختلف فرقوں میں سے حق پر کونسا فرقہ ہے

پہلی بات: یہ امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ حضرت انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَاَیْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ'' میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی، جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۴/۳۲۷، الحدیث: ۳۹۵۰)

دوسری بات: حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صدیوں پہلے ہی اس اختلاف اور فرقہ بندی کے بارے میں پیشین گوئی فرما دی تھی، چنانچہ حضرت عوف بن مالک سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَتَفْتَرِقَنَّ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللہِ مَنْ هُمْ قَالَ اَلْجَمَاعَةُ'' اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جان ہے، میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی (ان میں سے) ایک جنت میں جائے گا اور 72 جہنم میں جائیں گے۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) وہ جنتی کون ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ جماعت ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، ۴/۳۵۲، الحدیث: ۳۹۹۲)

واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اختلافِ امت کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ عین حق اور صواب پر مبنی تھا۔

تیسری بات: یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ اس دورِ اختلاف میں حق پسند اور نجات پانے والے گروہ کا پتا کیسے چلے گا، کس طرح معلوم ہو گا کہ موجودہ فرقوں میں حق پر کون ہے۔ اس کی رہنمائی بھی حدیث پاک میں کر دی گئی ہے کہ ''اِذَا رَاَیْتُمُ اِخْتِلَافًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمْ'' جب تم اختلاف دیکھو تو سب سے بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، ۴/۳۲۷، الحدیث: ۳۹۵۰)

اس روایت میں اختلاف سے مراد اصولی اختلاف ہیں جس میں ''کفر و ایمان'' اور ''ہدایت و ضلالت'' کا فرق پایا جائے، فروعی اختلاف ہر گز مراد نہیں کیونکہ وہ تو رحمت ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے ''اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ'' میری امت کا (فروعی) اختلاف رحمت ہے۔ (کنز العمال، کتاب العلم، قسم الاقوال، ۵/۵۹، الحدیث: ۲۸۶۸۲، الجزء العاشر)

اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر موجودہ اسلامی فرقوں میں اس بڑے فرقے کو تلاش کیجئے جو باہم اصولوں میں مختلف نہ ہوں اور جس قدر اسلامی فرقے اس کے ساتھ اصولی اختلاف رکھتے ہوں وہ ان سب میں بڑا ہو۔ آپ کو اہلسنّت و جماعت کے سوا کوئی نہ ملے گا جس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی،

اشعری، ماتریدی سب شامل ہیں یہ سب اہلسنّت ہیں اور ان کے مابین کوئی ایسا اصولی اختلاف نہیں جس میں کفر و ایمان یا ہدایت و ضَلال کا فرق پایا جائے لہٰذا اس پر فتن دور میں حدیثِ مذکور کی رُو سے سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت ہے اور اس کا حق پر ہونا بھی ثابت ہوا۔

سورۃ الاعراف

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىٕذِ ﹰالْحَقُّۚ-فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(8)

ترجمہ: اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔

وزن اور میزان کا معنیٰ:

وزن کا معنی ہے کسی چیز کی مقدار کی معرفت حاصل کرنا اور عرفِ عام میں ترازو سے کسی چیز کے تولنے کو وزن کرنا کہتے ہیں۔ (مفردات امام راغب، کتاب الواو، ص ۸۶۸) اور جس آلے کے ساتھ چیزوں کا وزن کیا جائے اسے میزان کہتے ہیں۔ (تاج العروس، باب النون، فصل الواو، ۹/ ۳۶۱)

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں ''وزن'' سے ''میزان کے ذریعے اعمال

کا وزن کرنا" مراد ہے۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸، ۲/۷۸)

قیامت کے دن اعمال کے وزن کی صورتیں:

قیامت کے دن اعمال کے وزن کی صورت کیا ہوگی اس بارے میں مفسرین نے تین ممکنہ صورتیں بیان فرمائی ہیں، ایک یہ ہے کہ اعمال اعراض کی قسم ہیں ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان اعراض کے مقابلے میں اجسام پیدا فرمادے اور ان اجسام کا وزن کیا جائے۔ دوسری صورت یہ کہ نیک اعمال حسین جسموں کی صورت میں کر دیئے جائیں گے اور برے اعمال قبیح جسموں میں بدل دیئے جائیں گے اور ان کا وزن کیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ نفسِ اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا بلکہ اعمال کے صحائف کا وزن کیا جائے گا۔

(تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸، ۵/۲۰۲، خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۸، ۲/۷۸، ملتقطاً)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن میزان رکھا جائے گا اگر اس میں آسمانوں اور زمینوں کو رکھا جائے تو وہ اس کی بھی گنجائش رکھتا ہے۔ فرشتے کہیں گے: یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، اس میں کس کو وزن کیا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہوں گا۔ فرشتے عرض کریں گے: تو پاک ہے، ہم تیری اس طرح عبادت نہیں کر سکے جو تیری عبادت کا حق ہے۔

(مستدرک، کتاب الاہوال، ذکر وسعۃ المیزان، ۵/۸۰۷، الحدیث: ۸۷۷۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں ”نیکیوں اور برائیوں کا میزان میں وزن کیا جائے گا، اس میزان کی ایک ڈنڈی اور دو پلڑے ہیں۔ مومن کا عمل حسین صورت میں آئے گا اور اس کو میزان کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا تو اس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے کے مقابلے میں بھاری ہو گا۔

(شعب الایمان، الثامن من شعب الایمان۔۔۔ الخ، ۱/۲۶۰، الحدیث: ۲۸۱)

میزان سے متعلق دو اہم باتیں:

یہاں میزان کے بارے میں دو اہم باتیں ذہن نشین رکھیں:

(1)…صحیح اور متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ قیامت کے دن ایک میزان لا کر رکھی جائے گی جس میں دو پلڑے اور ایک ڈنڈی ہو گی۔ اس پر ایمان لانا اور اسے حق سمجھنا ضروری ہے، رہی یہ بات کہ اس میزان کے دونوں پلڑوں کی نوعیت اور کیفیت کیا ہو گی اور اس سے وزن معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہو گا؟ یہ سب ہماری عقل اور فہم کے دائرے سے باہر ہے اور نہ ہم اسے جاننے کے مُکَلَّف ہیں، ہم پر غیب کی چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے، ان کی نوعیت اور کیفیت اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بہتر جانتے ہیں۔

(2)…میزان کو اس معروف ترازو میں مُنْحَصِر سمجھ لینا درست نہیں، اس دنیا میں ہی

دیکھ لیں کہ مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کے ترازو جدا جدا ہیں، جب اس دنیا میں مختلف قسم کے ترازو ہیں جن سے نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی چیزوں کا وزن اور درجے کا فرق معلوم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ قادرِ مُطْلَق ہے، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ وہ قیامت کے دن ایک ایسا حسی اور مقداری میزان قائم فرمادے جس سے بندوں کے اعمال کا وزن، درجات اور مراتب کا فرق ظاہر ہو جائے۔

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَ جَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَاؕ-اِنَّهٗ یَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْؕ-اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ(27)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسے اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان دونوں سے ان کے لباس اتروا دیئے تاکہ انہیں ان کی شرم کی چیزیں دکھادے۔ بیشک وہ خود اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بیشک ہم نے شیطانوں کو ایمان نہ لانے والوں کا دوست بنا دیا ہے۔

مخلوق کے لئے وسیع علم و قدرت ماننا شرک نہیں:

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہے کہ شیطان کا علم اور اس کی قدرت بہت

وسیع ہے کہ ہر زبان میں ہر جگہ، ہر آدمی کو وسوسے ڈالنے کی طاقت رکھتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس قدر وسیع علم وقدرت ماننا شرک نہیں بلکہ قرآن سے ثابت ہے لیکن ان لوگوں پر افسوس ہے جو شیطان کی وسعتِ علم کو تو فوراً مان لیتے ہیں لیکن حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے ایسا وسیع علم ماننے کو شرک قرار دیتے ہیں۔

وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ(46)

ترجمہ: اور جنت ودوزخ کے درمیان میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے خود جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی طمع رکھتے ہوں گے۔

ور جنت ودوزخ کے بیچ میں ایک پردہ ہے۔} یہ پردہ اس لئے ہے تاکہ دوزخ کا اثر جنت میں اور جنت کا اثر دوزخ میں نہ آسکے اور حق یہ ہے کہ یہ پردہ اعراف ہی ہے چونکہ یہ پردہ بہت اونچا ہوگا اس لئے اسے اعراف کہا جاتا ہے کیونکہ اعراف کا معنیٰ ہے ”بلند جگہ“۔ اس کا تذکرہ سورہ حدید میں بھی ہے چنانچہ وہاں فرمایا:

” یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ" (حدید:۱۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم پر بھی ایک نظر کردو تاکہ ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، کہا جائے گا: تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ تو وہاں نور ڈھونڈو (وہ لوٹیں گے) تو (اس وقت) ان (مسلمانوں اور منافقوں) کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا (جس سے جنتی جنت میں چلے جائیں گے) اس دروازے کے اندر کی طرف رحمت اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہوگا۔

{وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ: اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے۔} یہ مرد کس طبقے کے ہوں گے اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اعراف پر ٹھہرے رہیں گے، جب اہلِ جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلام کریں گے اور دوزخیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے یارب! عَزَّوَجَلَّ، ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کر۔ پھر آخر کار جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

(الزہد لابن مبارک، اول السادس عشر، ص ۱۲۳، الحدیث: ۴۱۱)

ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر اُن کے والدین اُن سے ناراض تھے وہ اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۶، ۲/۹۶)

ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ اُن کے والدین میں سے ایک اُن سے راضی ہو، ایک ناراض وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ اعراف کا مرتبہ اہلِ جنت سے کم ہے۔

امام مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول یہ ہے اعراف میں صلحاء، فقراء، علماء ہوں گے اور اُن کا وہاں قیام اس لئے ہوگا کہ دوسرے اُن کے فضل و شرف کو دیکھیں اور ایک قول یہ ہے کہ اعراف میں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہوں گے اور وہ اس مکانِ عالی میں تمام اہلِ قیامت پر ممتاز کئے جائیں گے اور اُن کی فضیلت اور رتبۂ عالیہ کا اظہار کیا جائے گا تاکہ جنتی اور دوزخی ان کو دیکھیں اور وہ ان سب کے احوال، ثواب و عذاب کے مقدار اور احوال کا معائنہ کریں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۶، ۲/۹۶) ان قولوں پر اصحابِ اعراف جنتیوں میں سے افضل لوگ ہوں گے کیونکہ وہ باقیوں سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں، ان تمام اقوال میں کچھ تناقُض نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اعراف میں ٹھہرائے جائیں اور ہر ایک کے ٹھہرانے کی حکمت جداگانہ ہو۔

{ یَعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ: دونوں فریق کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے۔} دونوں فریق سے جنتی اور دوزخی مراد ہیں، جنتیوں کے چہرے سفید اور تر و تازہ ہوں گے اور دوزخیوں کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی یہی اُن کی علامتیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں "اعراف والے جب جنتیوں کو دیکھیں گے تو ان کے چہروں کی سفیدی سے انہیں پہچان لیں گے اور جب جہنمیوں کی طرف نظر کریں گے تو انہیں ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۶، ۲/۹۷)

دور سے سننا شرک نہیں:

اس آیت میں فرمایا گیا اعراف والے جنتیوں کو پکاریں گے۔ جنت و جہنم میں لاکھوں میل کا فاصلہ ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کی آواز سن لیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ دور سے سن لینا کوئی ایسی بات نہیں جو مخلوق کیلئے ماننے سے شرک لازم آئے کیونکہ شرک کی حقیقت دنیا و آخرت کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی یعنی یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دنیا میں ایک چیز شرک ہو لیکن قیامت میں وہ شرک نہ رہے، لہٰذا جو لوگ انبیاء و اولیاء کے دور سے سننے کے عقیدے پر شرک کے فتوے دیتے ہیں انہیں غور کرلینا چاہیے بلکہ خود قرآنِ پاک میں ہے کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دور سے چیونٹی کی باتیں سن لیں، چنانچہ فرمایا:

"فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا" (النمل:۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: "چیونٹی کی آواز سن کر سلیمان مسکرا دیئے"

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ- یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا- وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ- اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ- تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(54)

ترجمہ: بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، رات دن کو ایک دوسرے سے ڈھانپ دیتا ہے کہ (ایک) دوسرے کے پیچھے جلد جلد چلا آرہا ہے اور اس نے سورج اور چاند اور ستاروں کو بنایا اس حال میں کہ سب اس کے حکم کے پابند ہیں۔ سن لو! پیدا کرنا اور تمام کاموں میں تصرف کرنا اسی کے لائق ہے۔ اللہ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

استوا کا مفہوم اور صحیح عقیدہ:

استواء کا لغوی معنیٰ تو ہے کہ کسی چیز کا کسی چیز سے بلند ہونا، کسی چیز کا کسی چیز پر بیٹھنا۔ یہاں آیت میں کیا مراد ہے اس کے بارے میں علماءِ کرام نے بہت مُفَصَّل کلام فرمایا ہے۔ ہم یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک

تصنیف کی روشنی میں ایک خلاصہ بیان کرتے ہیں جس سے اس آیت اور اس طرح کی جتنی بھی آیات ہیں ان کے بارے میں صحیح عقیدہ واضح ہوجائے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اَنْسَب (یعنی زیادہ مناسب) یہی ہے کہ آیاتِ مُتَشابہات سے ظاہر اً سمجھ آنے والے معنی کو ایک مناسب وملائم معنی کی طرف جو کہ مُحْکمات سے مطابق اور محاورات سے موافق ہو پھیر دیا جائے تاکہ فتنے اور گمراہی سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت سے متاخرین علماء کا ہے کہ عوام کی حالت کے پیشِ نظر اسے اختیار کیا ہے، اسے "مسلکِ تاویل" کہتے ہیں، یہ علماء آیت " ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ "کی تاویل کئی طرح سے فرماتے ہیں ان میں چار وجہیں نفیس وواضح ہیں:

اول: استواء بمعنی "قہر وغلبہ " ہے، یہ معنی زبانِ عرب سے ثابت وپیدا (ظاہر) ہے، عرش سب مخلوقات سے اوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفاء فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مخلوقات پر قاہر وغالب ہے۔

دوم: استواء بمعنی "عُلُوّ" ہے، اور علو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی صفت ہے، علوِ مکان صفت نہیں بلکہ علوِ مالکیت وسلطان صفت ہے۔

سوم: استواء بمعنی "قصد وارادہ" ہے، یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی۔

چہارم: استواء بمعنی ”فراغ و تمامی کار“ ہے، یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر ختم فرمایا، اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔“ (فتاوی رضویہ، ۲۹/۱۲۴-۱۲۶ ملخصًا)

مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 29ویں جلد میں موجود سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کا رسالۂ مبارکہ ” قَوَارِعُ الْقَهَّار عَلَى الْمُجَسَّمَةِ الْفُجَّار “ (اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کرنے والے فاجروں کا رد) کا مطالعہ فرمائیں۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ(93)

ترجمہ: تو شعیب نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا، اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تو کافر قوم پر میں کیسے غم کروں؟

جب حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب آیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور قوم کی ہلاکت کے بعد جب آپ ان کی بے جان نعشوں پر گزرے تو ان سے فرمایا ”اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم کسی طرح ایمان نہ لائے۔

(صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۴، ۲/۶۹۴، ملخصاً)

مردے سنتے ہیں:

کفار کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے جو کلام فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں۔ حضرت قتادہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت شعیب عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا، بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت صالح عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی قوم کو سنایا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی قوم کو سنایا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، الاعراف، تحت الآیۃ: ۹۳، ۵/۱۵۲۴)

مُردوں کے سننے کی قوت سے متعلق بخاری شریف میں ہے "جب ابوجہل وغیرہ کفار کو بدر کے کنویں میں پھینک دیا گیا تو اس وقت رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے خطاب فرمایا " فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا "تو کیا تم نے اس وعدے کو سچا پایا جو تم سے تمہارے رب نے کیا تھا؟ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں کہ جن کے اندر روحیں نہیں۔ ارشاد فرمایا " وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ "اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں محمد (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل، ۳/۱۱، الحدیث:۳۹۷۶)

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖۚ-وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗؕ-اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ(131)

ترجمہ: تو جب انہیں بھلائی ملتی تو کہتے یہ ہمارے لئے ہے اور جب برائی پہنچتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ سن لو! ان کی نحوست اللہ ہی کے پاس ہے لیکن ان میں اکثر نہیں جانتے۔

فرعونی کفر میں اس قدر راسخ ہو چکے تھے کہ ان تکلیفوں سے بھی ان کی سرکشی بڑھتی ہی رہی، جب انہیں سرسبزی و شادابی، پھلوں، مویشیوں اور رزق میں وسعت، صحت، آفات سے عافیت و سلامتی وغیرہ بھلائی ملتی تو کہتے یہ تو ہمیں ملنا ہی تھا کیونکہ ہم اس کے اہل اور اس کے مستحق ہیں۔ یہ لوگ اس بھلائی کو نہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل جانتے اور نہ ہی اس کے انعامات پر شکر ادا کرتے اور جب انہیں، قحط، خشک سالی، مرض، تنگی اور آفت وغیرہ کوئی برائی پہنچتی تو اسے حضرت موسیٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے اور کہتے کہ یہ بلائیں اُن کی وجہ سے پہنچیں، اگر یہ نہ ہوتے تو یہ مصیبتیں نہ آتیں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۳۱، ۲/۱۳۰، تفسیر کبیر، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۳۱، ۵/۳۴۴، ملتقطاً)

بدشگونی (Bad omens) کی مذمت اور اس کا شرعی حکم:

مشرک قوموں میں مختلف چیزوں سے برا شگون لینے کی رسم بہت پرانی ہے اوران کے تَوَہُّم پرست مزاج ہر چیز سے اثر قبول کر لیتے، جیسے کوئی شخص کسی کام کو نکلتا اور راستے میں کوئی جانور سامنے سے گزر گیا یا کسی مخصوص پرندے کی آواز کان میں پڑ جاتی تو فوراً گھر واپس لوٹ آتا، اسی طرح کسی کے آنے کو، بعض دنوں اور مہینوں کو منحوس سمجھنا ان کے ہاں عام تھا۔ اسی طرح کے تَصَوُّرات اور خیالات ہمارے معاشرے میں بھی بہت پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام اس طرح کی توہم پرستی کی ہرگز اجازت نہیں دیتا اور اسلام نے جہاں دیگر مشرکانہ رسموں کی جڑیں ختم کیں وہیں اس نے بدفالی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، شگون شرک ہے، ہم میں سے ہر ایک کو ایسا خیال آجاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے ہٹا کر توکل پر قائم فرما دیتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الطیرۃ، ۴/۲۳، الحدیث: ۳۹۱۰)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے کسی چیز کی بدفالی نے اس کے مقصد سے لوٹا دیا اُس نے شرک کیا۔ عرض کی گئی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ایسا شخص کیا کفارہ دے؟

ارشاد فرمایا: ''یہ کہے ''اَللّٰھُمَّ لَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ'' اے اللہ تیری فال کے علاوہ اور کوئی فال نہیں، تیری بھلائی کے سوا اور کوئی بھلائی نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ (یہ الفاظ کہہ کر اپنے کام کو چلا جائے۔)

(مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما، ۱/۶۸۳، الحدیث: ۷۰۶۶)

احادیث میں بدشگونی کو شرک قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص بدشگونی کے افعال کو مؤثِّرِ حقیقی جانے تو شرک ہے اور یا مشرکوں کا فعل ہونے کی وجہ سے زجر اور سختی سے سمجھانے کے طور پر شرک قرار دیا گیا ہے۔

بدشگونی سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے کتاب ''بدشگونی'' (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَىٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (134)

ترجمہ: اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے، اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بیشک اگر آپ ہم سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور ضرور ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم پر جب طوفان، ٹڈیوں، قُمَّل، مینڈک اور خون یا طاعون کی صورت میں عذاب نازل ہوتا تو اس وقت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے اس عہد کے سبب دعا کرو جو اس کا تمہارے پاس ہے کہ ہمارے ایمان لانے کی صورت میں وہ ہمیں عذاب نہ دے گا۔ اگر آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے مطالبے کو پورا کرتے ہوئے ہم ضرور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کام اس کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کئے جاسکتے ہیں اور مشکلات میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان سے حاجت روائی کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے، جیسے عذاب دور کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جبکہ فرعون اور اس کی قوم نے عذاب دور کرنے کی نسبت حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف کرتے ہوئے عرض کی کہ ”لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ“ بے شک اگر آپ نے ہم سے یہ عذاب دور کر دیا۔ اس نسبت پر نہ تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کوئی اعتراض کیا نہ اللہ تعالیٰ نے کوئی عتاب فرمایا۔

اسی طرح بیٹا دینا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے جبکہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے حضرت مریم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا:

”اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﳓ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا“ (مریم: ۱۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

یونہی پرندوں کو پیدا کرنا، مادر زاد اندھوں کو آنکھیں دینا، کوڑھیوں کو شفایاب کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے۔ جبکہ حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا:

” اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ“ (آل عمران: ۴۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

سرِ دست قرآنِ مجید سے یہ تین مقامات ذکر کئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے

کاموں کو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی طرف منسوب کیا گیا، اب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت سے چند واقعات ملاحظہ ہوں کہ جب کبھی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کو کوئی مشکل یا مصیبت پیش آتی یا انہیں کوئی ضرورت یا حاجت درپیش ہوتی تو وہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف رجوع کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اپنی مصیبتوں کی خلاصی اور اپنی حاجت روائی کے لئے عرض کرتے اور حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی مشکلات دور کر دیتے اور حاجتیں پوری فرما دیتے تھے، چنانچہ جنگِ بدر میں حضرت عکاشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی تلوار ٹوٹ گئی تو وہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ایک چھڑی دی جو ان کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی۔ (جامع الاصول فی احادیث الرسول، الرکن الثالث، الفن الثانی، الباب الرابع، حرف العین، الفصل الاول فی الاسمائ، القسم الاول، الفرع الاول، عکاشہ بن محصن، ۱۳/۳۲۴)

جنگِ احد کے موقع پر حضرت قتادہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھ تیر لگنے سے نکل گئی تو وہ ڈھیلا لے کر سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور آنکھ مانگی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں آنکھ عطا کر دی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، فی فضل الانصار، ۷/۵۴۲، الحدیث: ۱۵)

غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی ٹوٹی ہوئی پنڈلی لے کر بارگاہِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی وقت ان کی

پنڈلی کو درست کر دیا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۳/۸۳، الحدیث:۴۲۰۶)

قحط سے نجات پانے کیلئے ایک صحابی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے دعا کی درخواست کی، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا فرمائی تو ایسی بارش برسی کہ ہفتہ بھر رکنے کا نام نہ لیا۔

(بخاری، کتاب الاستسقاء، باب الاستسقاء علی المنبر، ۱/۳۴۸، الحدیث:۱۰۱۵)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم ایک مرتبہ سفر میں پیاس سے جاں بلب ہوئے تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی پیاس کے بارے میں عرض کی، سرکارِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انگلیوں سے پانی کے چشمے بہا کر انہیں سیراب کر دیا۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ۲/۴۹۵، الحدیث:۳۵۷۹)

اور حضرت ربیعہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے جنت مانگی تو انہیں جنت عطا کر دی۔

(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص ۲۵۲، الحدیث:۲۲۶(۴۸۹)۔)

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِیْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗۙ-قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَؕ-قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْۚ-فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًاۚ-فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ(143)

ترجمہ: اور جب موسیٰ ہمارے وعدے کے وقت پر حاضر ہوا اور اس کے

رب نے اس سے کلام فرمایا، تو اس نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ (اللہ نے) فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر گئے پھر جب ہوش آیا تو عرض کی: تو پاک ہے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کلام فرمایا اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہماری کیا حیثیت ہے کہ ہم اس کلام کی حقیقت سے بحث کرسکیں۔ کتابوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کلام سننے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے طہارت کی اور پاکیزہ لباس پہنا اور روزہ رکھ کر طورِ سینا میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل نازل فرمایا جس نے پہاڑ کو ہر طرف سے چار فرسنگ (یعنی 12 میل) کی مقدار ڈھک لیا۔ شیاطین اور زمین کے جانور حتّٰی کہ ساتھ رہنے والے فرشتے تک وہاں سے علیحدہ کردیئے گئے۔ آپ کے لئے آسمان کھول دیا گیا تو آپ نے ملائکہ کو ملاحظہ فرمایا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور آپ نے عرشِ الٰہی کو صاف دیکھا یہاں تک کہ اَلواح پر قلموں کی آواز سنی اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کی بارگاہ میں اپنے معروضات پیش

کئے، اُس نے اپنا کلام کریم سنا کر نوازا۔ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام آپ کے ساتھ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے جو کچھ فرمایا وہ اُنہوں نے کچھ نہ سنا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلامِ ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزو مند بنایا۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۲/۱۳۶، روح البیان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۲/۲۲۹-۲۳۰)

{قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ: فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔} جب حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو کلامِ ربانی کی لذت نے انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کا مشتاق بنا دیا چنانچہ بارگاہِ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں" یعنی صرف دل یا خیال کا دیدار نہیں مانگتا بلکہ آنکھ کا دیدار چاہتا ہوں کہ جیسے تونے میرے کان سے حجاب اٹھا دیا تو میں نے تیرا کلامِ قدیم سن لیا ایسے ہی میری آنکھ سے پردہ ہٹا دے تاکہ تیرا جمال دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا: تم دنیا میں میرا دیدار کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(صاوی، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۴۳، ۲/۷۰۷)

اللہ تعالیٰ کا دیدار ناممکن نہیں:

اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں بلکہ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہونے پر کئی دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: اگر دیدارِ الٰہی ناممکن تھا تو اس کی دعا کرنا ناجائز ہوتا اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ نبوت کے علوم و معارف اور اس کے اَسرار کے حامل ہیں وہ ہرگز یوں دعا نہ کرتے ”رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ“ اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا تاکہ میں تیرا دیدار کرلوں۔ اور اگر بالفرض یہ دعا ناجائز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ایسی دعا کرنے سے منع فرمادیتا۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: ”لَنْ تَرٰىنِیْ: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھنے کی نفی کی ہے، یہ نہیں فرمایا کہ میرا دیکھنا ممکن نہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ“ البتہ اس پہاڑ کی طرف دیکھ، یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دیکھنے کو پہاڑ کے اپنی جگہ برقرار رہنے پر مُعَلَّق کیا اور پہاڑ کا اپنی جگہ پر برقرار رہنا فی نفسہ ممکن ہے اور جو ممکن پر موقوف ہوتا ہے وہ بھی ممکن ہوتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن تھا۔ سرِ دست یہ تین دلائل عرض کئے ہیں، ان کے علاوہ قرآن پاک کی کئی آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے اور قیامت کے دن ایمان والے اس سعادت

سے بہرہ مند ہوں گے۔ صحیح بخاری میں ہے، حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ اس کا رب عَزَّوَجَلَّ کلام فرمائے گا اس شخص کے اور اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے درمیان کوئی ترجمان ہوگا اور نہ کوئی حجاب ہوگا جو اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھنے سے مانع ہو۔

(بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: وجوہ یومئذ ناضرۃ۔۔۔ الخ، ۴/۵۵٦، الحدیث: ۷۴۴۳۔)

نوٹ: آخرت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونے سے متعلق تفصیلی دلائل سورہ انعام کی آیت نمبر 103 کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ-وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ(152)

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا عنقریب انہیں دنیا کی زندگی میں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچے گی اور ہم بہتان باندھنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

بدعت (Innovation) کی تعریف:

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز اور بدعت کے شرعی معنی ہیں وہ عقائد یا وہ اعمال جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیات کے زمانہ میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے ہوں۔

(جاء الحق، حصہ اول، پہلا باب: بدعت کے معنی اور اس کے اقسام و احکام میں، ص ۱۷۷)

بدعت کی اقسام:

بنیادی طور پر بدعت کی دو قسمیں ہیں

بدعتِ حَسنہ (2) بدعتِ سَیِّئہ۔ بدعتِ حسنہ یہ ہے کہ وہ نیا کام جو کسی سنت کے خلاف نہ ہو۔ اور بدعتِ سیئہ یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا طریقہ ایجاد کرنا کہ جس کی اصل کتاب و سنت میں نہ ہو اور اس کی وجہ سے شریعت کا کوئی حکم تبدیل ہو رہا ہو۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ٘-یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىٕثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْؕ-فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤۙ-اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(157)

ترجمہ: وہ جو اس رسول کی اتباع کریں جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں، جو کسی سے پڑھے ہوئے نہیں ہیں، جسے یہ (اہلِ کتاب) اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور انہیں برائی سے منع کرتے ہیں اور ان کیلئے پاکیزہ چیزیں حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان کے اوپر سے وہ بوجھ اور قیدیں اتارتے ہیں جو ان پر

تھیں تو وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں رسول سے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مراد ہیں۔ آیت میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ذکر وصفِ رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، رسالت کے فرائض ادا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے اَوامر و نَواہی، شرائع و احکام اس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۵۷، ۲/۱۴۶)

نبی اور اُمّی کا معنی:

اس کے بعد آپ کی توصیف میں "نبی" فرمایا گیا، اس کا ترجمہ سیدی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "غیب کی خبریں دینے والے" کیا ہے اور یہ نہایت ہی صحیح ترجمہ ہے کیونکہ نَبَأ "خبر" کے معنٰی میں ہے اور نبی کی منفرد خبر بطورِ خاص غیب ہی کی خبر ہوتی ہے تو اس سے مراد غیب کی خبر لینا بالکل درست ہے۔ قرآنِ کریم میں یہ لفظ خبر کے معنٰی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا:

"قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ" (ص: ٦٧)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تم فرماؤ وہ (قرآن) ایک عظیم خبر ہے۔

ایک جگہ فرمایا:

”تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ“(هود:۴۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

”فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ“(البقرہ:۳۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیئے۔

ان کے علاوہ بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنیٰ میں مذکور ہے۔

پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہیں ”غیب کی خبریں دینے والے“ اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے ”غیب کی خبریں دیئے ہوئے“ اور ان دونوں معنی کی تائید قرآنِ کریم سے ہوتی ہے۔ پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

”نَبِّئْ عِبَادِیْۤ“ (حجر:۴۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: میرے بندوں کو خبر دو۔

دوسری آیت میں فرمایا:

”قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ“(ال عمران:۱۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں بتادوں؟

اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارشاد جو قرآنِ کریم میں وارد ہوا:

"وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَۙ-فِيْ بُيُوْتِكُمْ"(آل عمران:۴۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہیں غیب کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔

اس کا تعلق بھی اسی قسم سے ہے۔ اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

"نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ"(التحریم:۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: مجھے علم والے خبردار (اللہ) نے بتایا۔

اور حقیقت میں انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام غیب کی خبریں دینے والے ہی ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے کہ "آپ کے وصف میں "نبی" فرمایا، کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ اور اشرف مَراتب میں سے ہے اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہت بلند درجے رکھنے والے اور اس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۵۷، ۲/۱۴۶)

اُمّی کا ترجمہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے "بے پڑھے" فرمایا۔ یہ ترجمہ بالکل حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا کے ارشاد کے مطابق ہے اور

یقیناً اُمّی ہونا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی سے پڑھا نہیں اور کتاب وہ لائے جس میں اَوّلین و آخرین اور غیبوں کے علوم ہیں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۵۷، ۲/۱۴۷) اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں۔

ایسا اُمّی کس لئے منت کشِ استاد ہو
کیا کفایت اس کو اِقْرَاْ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ نہیں

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْۚ-لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ﳳ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةًؕ-یَسْــٴَـلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَاؕ-قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ(187)

ترجمہ: آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری پڑ رہی ہے، تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ آپ سے ایسا پوچھتے ہیں گویا آپ اس کی خوب تحقیق کر چکے ہیں، تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ

جانتے نہیں۔

شانِ نزول: حضرتِ عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ یہودیوں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمیں بتائیے کہ قیامت کب قائم ہوگی کیونکہ ہمیں اس کا وقت معلوم ہے۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۷، ۲/۱۶۵) اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

{قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ: تم فرماؤ: اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔} اس آیت میں بتادیا گیا کہ قیامت کے مُعَیَّن وقت کی خبر دینا رسول کی کوئی ذمہ داری نہیں کیونکہ یہ علمِ شریعت نہیں جس کی اشاعت کی جائے بلکہ قیامت کا علم اللہ تعالٰی کے اَسرار میں سے ہے جس کا چھپانا ضروری ہے، لہٰذا اگر اس سربستہ راز کو ہر طرح سے ظاہر کر دیا جائے تو پھر قیامت کا اچانک آنا باقی نہ رہے گا حالانکہ اسی آیت میں تصریح ہے کہ ''لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً'' تم پر وہ اچانک ہی آجائے گی۔ عوام سے قیامت کا علم مخفی رکھنے کی وجہ سے متعلق علماء فرماتے ہیں ''بندوں سے قیامت کا علم اور اس کے وقوع کا وقت مخفی رکھنے کا سبب یہ ہے کہ لوگ قیامت سے خوف زدہ اور ڈرتے رہیں کیونکہ جب انہیں معلوم نہیں ہو گا کہ قیامت کس وقت آئے گی تو وہ اس سے بہت زیادہ ڈریں گے اور ہر وقت گناہوں سے بچنے کی کوشش کریں گے اور اللہ تعالٰی کی عبادت میں کوشاں رہیں گے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہوں میں مشغول ہوں اور

قیامت آجائے۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۸۷، ۲/۱۶۶)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قیامت کا علم عطا کیا گیا ہے:

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بڑی تفصیل کے ساتھ قیامت سے پہلے اور اس کے قریب ترین اوقات کے بارے میں تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو اس بات کی علامت ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قیامت کا علم تھا۔ ان میں سے 8 اَحادیث درج ذیل ہیں:

(1)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی حتّٰی کہ زمانہ جلد جلد گزرنے لگے گا۔ سال ایک ماہ کی طرح گزرے گا۔ مہینہ ہفتہ کی طرح گزرے گا۔ ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھنٹے کی طرح اور ایک گھنٹہ آگ کی چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی تقارب الزمن وقصر الامل، ۴/۱۴۸، الحدیث:۲۳۳۹)

(2)... حضرت سلامہ بنت حر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے، حضور سیدُ المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اہلِ مسجد امامت کرنے کیلئے ایک دوسرے سے کہیں گے اور انہیں نماز پڑھنے کے لئے کوئی امام نہ ملے گا۔ (ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی کراہیۃ التدافع عن الامامۃ، ۱/۲۳۹، الحدیث:۵۸۱)

(3)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

نے ارشاد فرمایا: ”قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا اور جہل کا ظہور ہو گا، زنا عام ہو گا اور شراب پی جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی حتّٰی کہ پچاس عورتوں کا کفیل ایک مرد ہو گا۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب یقلّ الرجال ویکثر النسائ، ۳/۴۷۲، الحدیث:۵۲۳۱)

(4)... حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، نبیِّ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب میری امت پندرہ کاموں کو کرے گی تو اس پر مَصائب کا آنا حلال ہو جائے گا۔ عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ! وہ کیا کام ہیں؟ ارشاد فرمایا: ”جب مالِ غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا، امانت کو مالِ غنیمت بنا لیا جائے گا، زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھ لیا جائے گا، جب لوگ اپنی بیوی کی اطاعت کریں گے اور اپنی ماں کی نافرمانی کریں گے، جب دوست کے ساتھ نیکی کریں گے اور باپ کے ساتھ برائی کریں گے، جب مسجدوں میں آوازیں بلند کی جائیں گی، ذلیل ترین شخص کو قوم کا سردار بنا دیا جائے گا، جب کسی شخص کے شر کے ڈر سے اس کی عزت کی جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، گانے والیاں اور ساز رکھے جائیں گے اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں کو برا کہیں گے۔ اس وقت تم سرخ آندھیوں، زمین کے دھنسنے اور مَسخ کا انتظار کرنا۔

(جامع الاصول، حرف القاف، الکتاب التاسع، الباب الاول، الفصل الحادی عشر، ۱۰/۳۸۴، الحدیث:۷۹۲۵)

(5)... حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت ہرگز اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ نے دھویں، دجّال، دابّۃ الارض، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول، یاجوج ماجوج کا اور تین مرتبہ زمین دھنسنے کا ذکر فرمایا، ایک مرتبہ مشرق میں، ایک مرتبہ مغرب میں، ایک مرتبہ جزیرہ عرب میں اور سب کے آخر میں ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو محشر کی طرف لے جائے گی۔

(مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، ص۱۵۵۱، الحدیث:۳۹(۲۹۰۱))

(6)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ایک طویل روایت کے آخر میں ہے کہ قیامت یومِ عاشوراء یعنی محرم کے مہینہ کی دس تاریخ کو ہوگی۔ (

فضائل الاوقات للبیہقی، باب تخصیص یوم عاشوراء بالذکر، ص۱۱۹، الحدیث:۲۸۲)

(7)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا ہے، اسی دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا کئے گئے، اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

(مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، ص۴۲۵، الحدیث:۱۸(۸۵۴))

(8)... حضرت عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی آخری ساعت میں حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو پیدا کیا اور اسی ساعت میں قیامت قائم ہوگی۔ (کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، باب بدء الخلق، ۲/۲۵۰، رقم:۸۱۱)

حضور سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قیامت کی اس قدر تفصیلی علامات بیان فرمائی ہیں کہ دیگر نشانیوں کے ساتھ ساتھ قیامت کا مہینہ، دن، تاریخ اور وہ گھڑی بھی بتا دی کہ جس میں قیامت واقع ہوگی البتہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سن میں قیامت واقع ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر سن بھی بتا دیتے تو ہمیں معلوم ہو جاتا کہ قیامت آنے میں اب کتنے سال، کتنے دن اور کتنی گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں یوں قیامت کے اچانک آنے کا جو ذکر قرآنِ پاک میں ہے وہ ثابت نہ ہوتا لہٰذا سال نہ بتانا قرآنِ پاک کے صِدق کو قائم رکھنے کیلئے اور اس کے علاوہ بہت کچھ بتا دینا اپنا علم ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُؕ-وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۚۛ-وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚۛ-اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ(188)

ترجمہ: تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچتی۔ میں تو ایمان والوں کو صرف ڈر اور خوشخبری سنانے والا

ہوں۔

تفسیر:

{قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: تم فرماؤ، میں اپنی جان کے نفع اور نقصان کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔} آیت کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس آیت میں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کمال درجے کی عاجزی، عظمتِ الٰہی اور عقیدۂ توحید کے اظہار کا حکم فرمایا گیا کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس جو قدرت و اختیار اور علم ہے خواہ اپنی ذات کے متعلق یا دوسروں کے بارے میں، یونہی دنیاوی چیزوں کے بارے میں یا قیامت، آخرت اور جنت کے بارے میں وہ تمام کا تمام اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے ہے لہٰذا حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اوّلین و آخرین سے افضل ہونا، دنیا و آخرت کے اُمور میں تَصَرُّف فرمانا، صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو شفا عطا فرمانا بلکہ جنت عطا فرمانا، انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا وغیرہا جتنی چیزیں ہیں سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کے چاہنے سے ہیں۔

علمِ غیب کی نفی کی توجیہات:

{وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ: اور اگر میں غیب جان لیا کرتا۔} اس آیتِ مبارکہ میں علمِ غیب کی نفی کی علماءِ کرام نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں، ان میں سے چار توجیہات درج ذیل ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علوم کے بیان پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب "اِنْبَاءُ الْحَیِّ اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصُوْنَ تِبْیَانٌ لِّکُلِّ شَیْءٍ" (اللہ تعالیٰ کا کلام قرآنِ مجید ہر چیز کا روشن بیان ہے) میں بیان فرمایا ہے۔

پہلی توجیہہ

(1)...اس آیت میں علمِ عطائی کی نفی نہیں بلکہ علمِ ذاتی کی نفی ہے۔

امام قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ شفا شریف میں فرماتے ہیں "نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غُیوب پر مُطّلع فرمایا اور آئندہ ہونے والے واقعات سے باخبر کیا۔ اس باب میں احادیث کا وہ بحرِ ذخّار ہے کہ کوئی اس کی گہرائی جان ہی نہیں سکتا اور نہ اس کا پانی ختم ہوتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات میں سے یہ ایک ایسا معجزہ ہے جو یقین اور وُثوق سے معلوم ہے اور ہم تک اس کی خبریں مُتواتِر طریقے سے کثرت سے پہنچی ہیں اور غیب پر اطلاع ہونے پر اِن احادیث کے معانی ومطالب آپس میں متحد ہیں۔

(شفاء شریف، فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب وما یکون، ص۳۳۵-۳۳۶، الجزء الاول)

علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "یہ وضاحت ان قرآنی آیات کے منافی نہیں جن میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی غیب نہیں جانتا اور اس آیتِ کریمہ "وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ

مِنَ الْخَیْرِ ‘‘ میں کسی واسطے کے بغیر (یعنی علمِ ذاتی) کی نفی کی گئی ہے البتہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

’’ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ‘‘ (جن۲۶، ۲۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعظم۔۔۔ الخ، فصل فیما اطلع علیہ من الغیوب وما یکون، ۱۴۹/۴)

دوسری توجیہہ

(2)...یہ کلام ادب و تواضع کے طور پر ہے۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’اس آیت میں اس بات کا احتمال ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ کلام تواضع اور ادب کے طور پر فرمایا ہو اور مطلب یہ ہے کہ میں غیب نہیں جانتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی مجھے اطلاع دی اور جو میرے لئے مقرر فرمایا میں صرف اسی کو جانتا ہوں۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ:۱۸۸، ۱۶۷/۲)

تیسری توجیہہ

(3)...اس آیت میں فی الحال غیب جاننے کی نفی ہے مستقبل میں نہ جاننے پر دلیل

نہیں ہے۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غیب پر مطلع ہونے سے پہلے یہ کلام فرمایا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو علمِ غیب کی اطلاع دی تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی خبر دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ“

(جن: ۲۶، ۲۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ۲/۱۶۷)

چوتھی توجیہہ

(4)…یہ کلام کفار کے سوال کے جواب میں صادر ہوا۔

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کلام کفار کے سوال کے جواب میں صادر ہوا، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے غیبی اَشیاء کو حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ظاہر کیا اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی خبر دی تاکہ یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معجزہ اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت صحیح ہونے پر دلیل بن جائے۔

(خازن، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ۲/۱۶۷)

{لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ: تو میں بہت سی بھلائی جمع کر لیتا۔} اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت، امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں "بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اسی کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے گا جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی، تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔ بھلائی سے مراد راحتیں اور کامیابیاں اور دشمنوں پر غلبہ ہے اور برائیوں سے تنگی و تکلیف اور دشمنوں کا غالب آنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بھلائی سے مراد سرکشوں کا مطیع اور نافرمانوں کا فرمانبردار اور کافروں کا مومن کر لینا ہو اور برائی سے بدبخت لوگوں کا باوجود دعوت کے محروم رہ جانا تو حاصلِ کلام یہ ہو گا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین و کافرین! تمہیں سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی تکلیف مجھے نہ پہنچتی۔

(خزائن العرفان، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۸۸، ص ۳۳۰)

سورۃ التَّوْبَة

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ(1)

ترجمہ: یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف اعلانِ براءت ہے جن سے تمہارا معاہدہ تھا۔

تفسیر: مشرکینِ عرب اور مسلمانوں کے درمیان عہد تھا، ان میں سے چند کے سوا سب نے عہد شکنی کی تو ان عہد شکنوں کا عہد ساقط کردیا گیا اور حکم دیا گیا کہ چار مہینے وہ امن کے ساتھ جہاں چاہیں گزاریں ان سے کوئی تَعَرُّض نہ کیا جائے گا، اس عرصہ میں انہیں موقع ہے کہ خوب سوچ سمجھ لیں کہ ان کے لئے کیا بہتر ہے اور اپنی احتیاطیں کرلیں اور جان لیں کہ اس مدت کے بعد اسلام منظور کرنا ہوگا یا قتل۔ یہ سورت 9 ھ میں فتحِ مکہ سے ایک سال بعد نازل ہوئی، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس سال حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کو امیرِ حج مقرر فرمایا تھا اور ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم کو حاجیوں کے مجمع میں یہ سورت سنانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم نے دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے ہوکر ندا کی ”یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ (اے لوگو!)“ میں تمہاری طرف رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ لوگوں نے کہا: آپ کیا پیام لائے ہیں؟ تو آپ

کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے تیس یا چالیس آیتیں اس سورتِ مبارکہ کی تلاوت فرمائیں، پھر فرمایا: میں چار حکم لایا ہوں:

(1)...اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ معظمہ کے پاس نہ آئے۔

(2)...کوئی شخص بَرَہنہ ہو کر کعبہ معظمہ کا طواف نہ کرے۔

(3)...جنت میں مؤمن کے سوا کوئی داخل نہ ہو گا۔

(4)...جس کا رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ عہد ہے وہ عہد اپنی مدت تک رہے گا اور جس کی مدت مُعَیَّن نہیں ہے اس کی میعاد چار ماہ پر تمام ہو جائے گی۔ مشرکین نے یہ سن کر کہا: اے علی! کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، اپنے چچا کے فرزند (یعنی سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو خبر دے دیجئے کہ ہم نے عہد پسِ پُشت پھینک دیا، ہمارے ان کے درمیان نیزہ بازی اور تیغ زنی کے سوا کوئی عہد نہیں ہے۔

(مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۲، ص ۴۲۴-۴۲۵، ملتقطاً)

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت کی طرف اشارہ:

اس واقعہ میں حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو تو امیرِ حج بنایا اور حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو ان کے پیچھے سورۂ براءت پڑھنے کے لئے بھیجا تو حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ امام ہوئے اور حضرت علی

المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم مقتدی، اس سے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی تقدیم حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم پر ثابت ہوئی۔ اور خود حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی امامت و خلافت کے متعلق فرمایا "رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں وہاں حاضر تھا غائب نہیں تھا اور نہ ہی مجھے کوئی مرض تھا تو ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لئے پسند کر لیا جنہیں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمارے دین (یعنی نماز) کے لئے پسند فرمایا تھا۔

(ابن عساکر، عبد اللہ ویقال عتیق بن عثمان بن قحافۃ۔۔۔ الخ، ۳۰/۲۶۵)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْۙ-اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِؕ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ(20)

ترجمہ: وہ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

مہاجرین انصار سے افضل ہیں:

اس سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ مہاجرین انصار سے افضل ہیں اگرچہ دونوں اللہ

تعالٰی کے پیارے اور دونوں کامیاب ہیں۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (21) خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًاؕ-اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (22)

ترجمہ: ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور باغوں کی بشارت دیتا ہے، ان کے لئے ان باغوں میں دائمی نعمتیں ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

ہر صحابیِ نبی جنتی جنتی:

یہ آیتِ کریمہ بظاہر مہاجرین صحابہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کے لئے ہے، ان بزرگوں کا جنتی ہونا یقینی ہے۔ ان میں سے بعض کا تو نام لے کر جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا گیا جیسے حضرات عَشرہ مُبَشَّرہ وغیرہم۔ معلوم ہوا کہ صحابہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی وہ عظمت ہے کہ ان کیلئے رحمت، جنت ور رضائے الٰہی کی بشارتیں بطورِ خاص قرآنِ پاک میں دی گئی ہیں، لہٰذا جو صحابہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کے ایمان یا تقویٰ کا انکار کرے وہ اس آیت کا منکر ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَاۚ-

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰىؕ-وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَاؕ-وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(40)

ترجمہ: اگر تم اس (نبی) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ ان کی مدد فرما چکا ہے جب کافروں نے انہیں (ان کے وطن سے) نکال دیا تھا جبکہ یہ دو میں سے دوسرے تھے، جب دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اُس پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور اُن لشکروں کے ساتھ اُس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھے اور اُس نے کافروں کی بات کو نیچے کر دیا اور اللہ کی بات ہی بلند و بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور انداز سے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی ہے کہ اگر تم میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے گا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی اس وقت بھی مدد فرمائی جبکہ مکرمہ سے ہجرت کے وقت ان کے ساتھ صرف ایک شخص تھا تو یہاں بدرجہ اَولیٰ مدد فرمائے گا۔ (تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۶/۴۹)

حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت و فضیلت:

اس آیتِ مبارکہ میں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عظیم توکل اور حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت کا بیان ہے بلکہ یہ آیتِ مبارکہ کئی اعتبار سے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی عظمت و شان پر دلالت کرتی ہے۔

(1)... تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غارِ ثور میں اس لئے تشریف لے گئے کہ انہیں کفار کی طرف سے قتل کا اندیشہ تھا لہٰذا اگر رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے سچے، پکے اور صدیق مومن ہونے کا یقین نہ ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کسی طور پر بھی انہیں اپنے ساتھ ہم رِکابی کا شرف عطا نہ فرماتے کیونکہ اس طرح جو اندیشہ کفار سے تھا وہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی ہو سکتا تھا۔ یہ کلام اُن جاہلوں کا جواب ہے جو اِس سفر کے حوالے سے بھی سیدنا صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ پر اعتراض کرتے ہیں۔

(2)... یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھی، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں مخلص صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک پوری جماعت موجود تھی اور وہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقابلے میں نسبی طور پر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زیادہ قریب بھی تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے وقت رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت میں رہنے کا شرف حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے علاوہ اور کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا، یہ تخصیص حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے عظیم مرتبے اور بقیہ صحابۂ کرام

رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم پر آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

(3)... دیگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم حالات کی ناسازی کی وجہ سے ہجرت کر گئے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے شدید خوف اور انتہائی خطرناک صورتِ حال کے باوجود بھی تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قرب نہ چھوڑا بلکہ صبر و اِستقامت کے ساتھ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر رہے اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں مصروف رہے۔

(4)... حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سفر و حضر میں رسولِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر رہتے بلکہ اس کا اِلتزام فرماتے تھے، یہ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے سچے عشقِ رسول کی دلیل ہے۔

(5)... آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے غارِ ثور میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُنسیّت کا شرف پایا اور اپنی جان قربان کرنے کی سعادت پائی۔

(6)... اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ثانی فرمایا یعنی حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد جس کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ثانی (یعنی دوسرے نمبر پر) ہونے کا شرف پایا جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو میں تدفین کی وجہ سے قیامت تک ثانِیّت سے مشرف ہیں۔

(7)... حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کا صحابی ہونا خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا، یہ شرف آپ کے علاوہ اور کسی صحابی کو عطا نہ ہوا۔

(8)... اللہ تعالیٰ ان دونوں مقدس ہستیوں کے ساتھ تھا تو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یہ اس کے دوسروں سے افضل ہونے کی دلیل ہے۔

(9)... اللہ تعالیٰ کا خصوصیت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ پر سکینہ نازل فرمانا بھی ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔

(تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۶/۵۰، خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/۲۴۴، ملتقطاً)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی تمنا:

ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ”میری تمنا ہے کہ کاش! میرے سارے اعمال حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے دنوں میں سے ایک دن اور راتوں میں سے ایک رات کے عمل کے برابر ہوتے۔ ان کی رات تو وہ کہ جس میں آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ غار کی طرف سفر کیا اور جب وہ دونوں غار تک پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی ”یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آپ سے پہلے میں غار میں جاؤں گا تاکہ اس میں کوئی تکلیف دِہ چیز ہو تو اس کی اَذِیَّت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بجائے

مجھے پہنچے۔ جب حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ غار میں داخل ہوئے تو آپ نے اس میں سوراخ دیکھے، آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی چادر کے ٹکڑے کر کے ان سوراخوں کو بند کیا، دو سوراخ باقی رہ گئے تو وہاں اپنے پاؤں رکھ دیئے، اس کے بعد تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کی ”یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اب تشریف لے آئیے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم غار میں تشریف لائے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گود میں سرِ انور رکھ دیا اور آرام فرمانے لگے۔ اتنے میں سوراخ سے کسی چیز نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاؤں پر ڈس لیا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس خوف سے حرکت نہ کی کہ کہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نیند سے بیدار نہ ہو جائیں لیکن تکلیف کی شدت سے نکلنے والے چند آنسو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے رُوئے اقدس پر گر گئے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اے ابوبکر! کیا ہوا؟ عرض کی! میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پہ فدا ہوں، مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا لعابِ دہن اس جگہ پر لگا دیا تو اسی وقت ساری تکلیف ختم ہو گئی، بعد میں یہی ڈنگ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی وفات کا سبب بنا۔ اور ان کا دن وہ کہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد عرب کے چند قبیلے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”اگر انہوں نے زکوٰۃ کے مال کی ایک رسی بھی روکی تو میں ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کی ”اے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

کے خلیفہ! لوگوں کے ساتھ اُلفت اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا "وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور اب دین مکمل ہو گیا ہے کیا وہ دین میں کمی کریں گے؟ حالانکہ میں ابھی زندہ ہوں۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/۲۴۰)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

صدیق بلکہ غار میں جان اس پہ دے چکے
اور حفظِ جاں تو جان فروضِ غرر کی ہے

قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ-هُوَ مَوْلٰىنَاۚ-وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(51)

ترجمہ: تم فرماؤ: ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مددگار ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

تفسیر: یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ان لوگوں سے فرمادیں جو آپ کو مصیبت و تکلیف پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں کہ ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اور ہم پر مقدر فرمادیا اور اس نے اسے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا کیونکہ قیامت تک ہونے والا ہر اچھا برا کام لکھ کر قلم خشک ہو چکا تو اب کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اپنی جان سے اس مصیبت کو دور کر دے جو اس پر نازل ہونی ہے اور نہ ہی کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ خود کو ایسا فائدہ پہنچا سکے جو اس کے مقدر میں نہیں اور بے شک اللہ

تعالیٰ ہی ہمارا حافظ و ناصر ہے اور وہ ہماری زندگی اور موت ہر حال میں ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور مسلمانوں کو اپنے تمام اُمور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۲/۲۴۸)

تقدیر (Destiny) کا بیان:

یہاں تقدیر کا مسئلہ بیان ہوا اس مناسبت سے ہم یہاں تقدیر سے متعلق دو احادیث اور دو آثار ذکر کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت زید بن ثابت رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کے تمام باشندوں کو عذاب دینا چاہے تو وہ انہیں عذاب دے سکتا ہے اور یہ اس کا کوئی ظلم نہ ہوگا (کیونکہ وہ سب کا مالک ہے اور مالک کو اپنی ملکیت میں تَصَرُّف کا حق حاصل ہے) اگر وہ ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی، اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر سونا یا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ اس وقت تک ہر گز قبول نہ ہوگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، دیکھو! جو بات تم پر آنے والی ہے وہ جا نہیں سکتی اور جو نہیں آنے والی وہ آ نہیں سکتی، اگر اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہوئے تمہیں موت آگئی تو سمجھ لو کہ جہنم میں جاؤ گے۔

(ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب فی القدر، ۱/۵۹، الحدیث: ۷۷)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد

فرمایا ”ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور بندہ اپنے ایمان کی حقیقت تک اس وقت پہنچے گا جب وہ اس بات پر یقین کر لے کہ جو مصیبت اسے پہنچی وہ اس سے ٹلنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچنے والی نہ تھی۔

(مسند امام احمد، مسند القبائل، ومن حدیث ابی الدرداء عویمر رضی اللہ عنہ، ۱۰/۴۱۷، الحدیث: ۲۷۵۶۰)

حضرت مسلم بن یسار رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”تقدیر اور اس کے بارے میں کلام کرنا یہ دو ایسی وسیع وادیاں ہیں کہ لوگ ان میں ہلاک تو ہو سکتے ہیں لیکن ان کی انتہا تک نہیں پہنچ سکتے لہٰذا تم اس شخص کی طرح عمل کرو جسے یہ معلوم ہو کہ اس کا عمل ہی اسے نجات دے گا اور اس شخص کی طرح توکل کرو جسے یہ علم ہو کہ اسے وہی پہنچے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کے لئے لکھ دیا ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۶/۱۸۱۱-۱۸۱۲)

حضرت مطرف رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ چھت پہ چڑھ کے خود کو گرا دے اور کہنے لگے کہ میری تقدیر میں ہی یوں لکھا تھا بلکہ ہمیں ڈر اور خوف ہونا چاہئے اور جب کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یہ ذہن بنانا چاہئے کہ ہمیں وہی پہنچے گا جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔

(در منثور، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۵۱، ۴/۲۱۶)

تقدیر (Destiny) کے بارے میں بحث کرنے سے بچیں:

یاد رہے کہ تقدیر کا مسئلہ انتہائی نازک ہے اور اس مسئلے میں الجھا کر شیطان لوگوں کا ایمان برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تقدیر کے بارے میں بحث اور غور و فکر کرنے سے بچے۔ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "قضا و قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے اور ان میں زیادہ غور و فکر کرنا ہلاکت کا سبب ہے، صدیق و فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمَا اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے تو ہم اور آپ کس گنتی میں۔۔۔! اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پتھر اور دیگر جمادات کی طرح بے حس و حرکت پیدا نہیں کیا بلکہ اسے ایک طرح کا اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ عقل بھی دی ہے کہ بھلے، برے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اَسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ بندہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اس پر مُواخذہ ہے۔ اپنے آپ کو بالکل مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقہ ذات و صفات، ۱/۱۸-۱۹، ملخصًا)

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِیَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِیَ عَدُوًّا-اِنَّكُمْ رَضِیْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ(83)

ترجمہ: پھر اے حبیب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد میں ساتھ نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم فرمادینا کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے نہ لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىٕفَةٍ مِّنْهُمْ: پھر اے محبوب! اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے۔} یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اب جو آپ غزوہ تبوک سے واپس مدینہ منورہ پہنچیں گے تو منافقین دھوکہ دہی کے لئے کہیں گے کہ حضور! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ہم کو اجازت دیں کہ آئندہ جہاد میں آپ کے ہمراہ چلیں۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۸۳، ۲/۲۶۷) اس میں غیبی خبر ہے کہ وہ ایسا کہیں گے۔

{فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِیْنَ: تو (اب) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔} یعنی اب اگر منافقین جہاد میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو ان سے فرمادو کہ اب تم ہرگز کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو اور نہ ہی میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑو۔ تم نے پہلی دفعہ جہاد سے پیچھے بیٹھے رہنے کو پسند کیا تو اب بھی پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو یعنی عورتوں بچوں بیماروں اور اپاہجوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔

صُلحِ کُلِّیَّت حکمِ قرآن کے خلاف ہے:

اس سے ثابت ہوا کہ جس شخص سے دھوکہ اور فریب ظاہر ہو اس سے تعلق ختم کر دینا اور علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور محض اسلام کے مُدّعی ہونے سے کسی کو ساتھ ملا لینے کی اجازت نہیں ہوتی ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ منافقین کے جہاد میں جانے کو منع فرمایا۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۸۳، ۲/۲۶۷)

آج جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر کلمہ گو کو ملا لو اور اس کے ساتھ اتفاق و اتحاد کرو یہ اس حکمِ قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ اس حکم میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر مومنوں کے ساتھ منافقوں کو بھی کسی اہم مہم میں شامل کر لیا جائے تو وہ مسلمانوں کے دلوں میں نفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں گے، جیسے بہادروں کے ساتھ اگر بزدلوں کو بھی کسی مہم میں بھیج دیا جائے تو وہ بزدل اپنی حرکتوں سے بہادروں کے بھی قدموں میں لغزش پیدا کر دیں گے۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِؕ-اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْؕ-سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(99)

ترجمہ: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں نزدیکیوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے

ہیں۔ سن لو! بیشک وہ ان کے لیے (اللہ کے) قرب کا ذریعہ ہیں۔ عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر:

{وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ: اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔} اس سے پہلی آیت میں بیان فرمایا گیا کہ کچھ دیہاتی ایسے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور اس آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ دیہاتیوں میں بعض حضرات ایسے ہیں جو نیک اور صالح مومن ہیں، راہِ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو غنیمت تَصَوُّر کرتے ہیں۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ دیہات میں رہنے والے بعض حضرات ایسے ہیں کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں نزدیکیوں اور رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں کہ جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں صدقہ پیش کریں گے تو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان کیلئے خیر و برکت و مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔ (تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۹، ۶/۱۲۶-۱۲۷، خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۹، ۲/۲۷۴، ملتقطاً)

اس آیت میں جن دیہاتیوں کا ذکر ہوا ان کے بارے میں امام مجاہد رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ قبیلہ مُزَیْنَہ میں سے بنی مُقَرَّن ہیں۔ کلبی نے کہا وہ

اسلم، غِفار اور جُہینہ کے قبیلے ہیں۔ (بغوی، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۹۹، ۲/۲۷۰)

ان قبائل کے بارے میں صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ قریش، انصار، جُہینہ، مُزَینَہ، اسلم، غفار اور اشجع کے لوگ ہمارے دوست ہیں، ان کا مولیٰ اللہ اور رسول کے سوا اور کوئی نہیں۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر اسلم وغفار ومزینۃ۔۔۔ الخ، ۲/۴۷۷، الحدیث: ۳۵۱۲، مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لغفار واسلم، ص۱۳۶۵، الحدیث: ۱۸۹(۲۵۲۰))

آیت ”مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ“ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

(1)...اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت کو ماننے والا وہی ہے جو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لائے کیونکہ دوسرے گنوار بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کو مانتے تھے مگر انہیں منکرین میں شامل کیا گیا۔

(2)...تمام اعمال پر ایمان مقدم ہے۔ یاد رہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور قیامت پر ایمان میں تمام ایمانیات داخل ہیں لہٰذا قیامت، جنت دوزخ، حشر، نشر سب ہی پر ایمان ضروری ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے کے بغیر رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش بیکار ہے:

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آیت کے اس حصے ”وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ“

اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں" کے تحت فرماتے ہیں "کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہر نعمت میں سب سے بڑا واسطہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے جو بھی عمل کیا جائے اس میں ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلے سے اپنی فرمانبرداری کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا:

" قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ " (ال عمران:۳۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔

تو جو یہ گمان رکھے کہ وہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو واسطہ اور وسیلہ بنائے بغیر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لے گا تو یہ اس کی خام خیالی اور بیکار کوشش ہے۔ (صاوی، التوبۃ، تحت الآیۃ:۹۹، ۸۳۱/۳)

معلوم ہوا کہ نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خوشنودی کی نیت کرنا شرک نہیں بلکہ قبولیت کی دلیل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعائے مبارک ساری کائنات سے مُنفرد اور جداگانہ چیز ہے کیونکہ یہاں آیت میں قربِ الٰہی کے ساتھ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کا حصول ایک مقصد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕۛ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ؔۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ (101)

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس دیہاتیوں میں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے (بھی) وہ منافقت پر اڑ گئے ہیں ۔ تم انہیں نہیں جانتے ، ہم انہیں جانتے ہیں ۔ عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر انہیں بڑے عذاب کی طرف پھیرا جائے گا۔

تفسیر: اس آیت میں بیان فرمایا کہ مدینہ منورہ کی آس پاس کی بستیوں میں بھی منافقین کی ایک جماعت ہے اگرچہ تم ان کے نفاق کو نہیں جانتے ۔

(تفسیر کبیر، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۶/۱۳۰)

اور یونہی خود مدینہ طیبہ میں بھی کچھ منافقین ہیں جیسے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی اور دیگر بہت سے لوگ جن کے بارے میں قرآن مجید کی متعدّد آیات میں نشاندہی کی جاتی رہی۔

صرف جگہ سے کسی کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ صرف جگہ سے نہیں کیا جاسکتا جیسے مدینہ منورہ میں رہنے کے باوجود کچھ لوگ منافق اور لائقِ مذمت ہی

رہے، ہاں اگر عقیدہ صحیح ہے تو پھر جگہ کی فضیلت بھی کام دیتی ہے جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ طیبہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''مدینہ کی تکلیف و شدت پر میری اُمت میں سے جو کوئی صبر کرے قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔

(مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی سکنی المدینۃ۔۔۔ الخ، ص۷۱۵، الحدیث: ۴۸۳(۱۳۷۷))

حضرت سعد رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطورِ اعراض چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہو گا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے روزِ قیامت میں اس کا شفیع یا شہید (یعنی گواہ) ہوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ''جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیھا بالبرکۃ۔۔۔ الخ، ص ۷۰۹-۷۱۰، الحدیث: ۴۵۹-۴۶۰(۱۳۶۳))

حضرت سفیان بن ابی زہیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''یمن فتح ہو گا، اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ اُن کے لئے بہتر ہے اگر جانتے اور شام فتح ہو گا، کچھ لوگ

دوڑتے آئیں گے، اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور عراق فتح ہو گا، کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے۔ (بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب من رغب عن المدینۃ، ۱/۶۱۸، الحدیث: ۱۸۷۵، مسلم، کتاب الحج، باب الترغیب فی المدینۃ عند فتح الامصار، ص۷۱۹، الحدیث: ۴۹۷(۱۳۸۸))

حضرت سعد رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا وہ ایسے گھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ (بخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب اثم من کاد اہل المدینۃ، ۱/۶۱۸، الحدیث: ۱۸۷۷)

حضرت جابر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے خوف میں ڈالے گا۔ (ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، ذکر البیان بانّ اللہ جلّ وعلا یخوف من اخاف اہل المدینۃ۔۔۔ الخ، ۴/ ۲۰، الحدیث: ۳۷۳۰، الجزء السادس)

حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "یا اللہ! عَزَّوَجَلَّ، جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں ڈرائے تو اُسے خوف میں مبتلا کر اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ (معجم الاوسط، باب الراء، من اسمہ روح، ۲/۳۷۹، الحدیث: ۳۵۸۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جو اہلِ مدینہ کو ایذا دے گا اللہ تعالیٰ اُسے ایذا دے گا اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ (مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فیمن اخاف اہل المدینۃ واراد ہم بسوء، ۳/۶۵۹، الحدیث: ۵۸۲۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے تو مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل المدینۃ، ۵/۴۸۳، الحدیث: ۳۹۴۳)

{ لَا تَعْلَمُهُمْ ۔نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ: تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔} اس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ ایسا جاننا جس کا اثر انہیں معلوم ہو، وہ ہمارا جاننا ہے کہ ہم انہیں عذاب کریں گے یا حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے منافقین کا حال جاننے کی نفی جو پہلے ہو چکا اس کے اعتبار سے ہے اور اس کا علم بعد میں عطا ہوا جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا

”وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ“ (محمد: ۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ضرور تم انہیں گفتگو کے انداز میں پہچان لوگے۔

(جمل، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳/۳۰۴، ملخصًا)

کلبی اور سدی نے کہا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جمعہ کے دن خطبے کے لئے قیام کر کے

نام بنام فرمایا: نکل اے فلاں !تو منافق ہے، نکل۔ اے فلاں !تو منافق ہے، تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا گیا۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۰۱، ۲/۲۷۶)

{ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ: عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔} دو مرتبہ عذاب دینے سے مراد یہ ہے ایک بار تو دنیا میں رسوائی اور قتل کے ساتھ اور دوسری مرتبہ قبر میں عذاب دیں گے۔ پھر انہیں بڑے عذاب یعنی عذابِ دوزخ کی طرف پھیرا جائے گا جس میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو تین بار عذاب دے گا ایک مرتبہ دنیا میں، دوسری مرتبہ قبر میں اور تیسری مرتبہ آخرت میں۔ (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ:۱۰۱، ۲/۲۷۶)

عذابِ قبر (Torment of grave) کا ثبوت:

اسی آیت میں عذابِ قبر کا بھی ثبوت ہے۔ بعض بے علم لوگ اور منکرینِ حدیث عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں یہ صریح گمراہی ہے۔ اِس بارے میں اَحادیث بکثرت ہیں جن میں سے 5 یہاں پر بیان کی جاتی ہیں۔

(1)... حضرت انس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذابِ قبر سنائے۔ (مسلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب عرض

مقعد المیّت من الجنّۃ او النار علیہ۔۔۔ الخ، ص ۱۵۳۴، الحدیث: ۶۸(۲۸۶۸))

(2)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا ”ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور یہ کسی (ایسے) بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیئے جارہے (جن سے بچنا مشکل ہو)۔ پھر ارشاد فرمایا ”کیوں نہیں! (بے شک وہ گناہ معصیت میں بڑا ہے) ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے ایک سبز ٹہنی توڑی اور اس کے دو حصے کئے، پھر ہر قبر پر ایک حصہ گاڑ دیا، پھر فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغیبۃ والبول، ۱/۴۶۴، الحدیث: ۱۳۷۸)

(3)... حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے جنازے میں نکلے، جب قبر تک پہنچے تو وہ ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی چنانچہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ارد گرد اس طرح خاموشی سے بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دستِ مبارک میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ زمین کرید نے لگے اور سرِ انور اٹھا کر دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا ”اِسْتَعِیْذُوْا بِاللہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“ قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

(ابوداؤد، کتاب السنّۃ، باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر، ۴/۳۱۶، الحدیث: ۴۷۵۳)

(4)… حضرت امّ مبشر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھافرماتی ہیں کہ میں بنو نجار کے ایک باغ میں تھی اوراس میں بنو نجار کے زمانۂ جاہلیت میں مرنے والوں کی قبریں تھیں اس وقت میرے پاس رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لائے، پھر جاتے ہوئے ارشاد فرمایا ” اِسْتَعِیْذُوْا بِاللہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“قبر کے عذاب سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگو۔ میں نے سنا تو عرض کی ”یا رسول اللہ ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ”ہاں ! مردے اپنی قبروں میں ایسا عذاب دیئے جاتے ہیں جسے جانور سنتے ہیں۔

(معجم الکبیر، امّ مبشر الانصاریۃ، ۲۵/۱۰۳، الحدیث: ۲۶۸)

(5)… حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دعا مانگا کرتے ”اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ الْمَمَاتِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ“ اے اللہ !عَزَّوَجَلَّ، میں عذابِ قبر سے، جہنم کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ لیتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوّذ من عذاب القبر، ۱/۴۶۴، الحدیث: ۱۳۷۷)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (128)

ترجمہ:: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے جن

پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت بھاری گزرتا ہے، وہ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر بہت مہربان، رحمت فرمانے والے ہیں۔

{لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ عظیم رسول تشریف لے آئے۔} یعنی اے اہلِ عرب! بیشک تمہارے پاس تم میں سے عظیم رسول، محمد مصطفٰی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تشریف لے آئے جو کہ عربی، قرشی ہیں۔ جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم اُن کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ، طہارت و تقدُّس اور اَخلاقِ حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ یہاں ایک قراءۃ میں اَنْفَسِكُمْ "فا پر زبر کے ساتھ آیا ہے، اس کا معنی ہے کہ تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف وافضل ہیں" (خازن، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۱۲۸، ۲/۲۹۸)

میلادِ مصطفٰی کا بیان:

اس آیتِ کریمہ میں سیِّدِ عالَم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلادِ مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کرکے فرمایا۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، ۹۶- باب، ۵/۳۱۴، الحدیث: ۳۵۴۳) اس سے معلوم ہوا کہ محفلِ میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

حضرت شبلی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ کا مقام:

حضرت ابو بکر بن محمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ تشریف لائے، حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کھڑے ہوئے، ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی: یا سیّدی! آپ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ ان کے بارے میں آپ کی اور تمام اہلِ بغداد کی رائے یہ ہے کہ یہ دیوانہ ہے! حضرت ابو بکر بن مجاہد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: میں نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے خواب میں رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت کی، پھر دیکھا کہ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ آرہے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیلئے کھڑے ہوئے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! آپ شبلی کو اس قدر عزت دے رہے ہیں، ارشاد فرمایا: یہ نماز کے بعد پڑھتا ہے ”لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ “ الآیہ۔ اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ہر فرض کے بعد یہ دو آیتیں پڑھتا ہے اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے اور تین مرتبہ اس طرح پڑھتا ہے ”صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ “۔ (جلاء الافہام، الباب الرابع فی مواطن الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، فصل الموطن

الرابع والثلاثون۔۔۔ الخ، ص ۲۴۱)

سورۃ یُونُس

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَؕ-مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖؕ-ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُؕ-اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ(3)

ترجمہ: بیشک تمہارارب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے، وہ کام کی تدبیر فرماتا ہے، اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہوسکتا ہے۔ یہ اللہ تمہارارب ہے تو تم اس کی عبادت کرو تو کیا تم سمجھتے نہیں؟

{مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ: اس کی اجازت کے بعد ہی کوئی سفارشی ہوسکتا ہے۔} اس میں بت پرستوں کے اس قول کا رد ہے کہ بت اُن کی شفاعت کریں گے انہیں بتایا گیا کہ شفاعت اجازت یافتگان کے سوا کوئی نہیں کرے گا اور اجازت یافتہ صرف اس کے مقبول بندے ہوں گے۔ (خازن، یونس، تحت الآیۃ:۳، ۲/۳۰۱)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کا ثبوت(Proof of Intercession):

قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اولیاء و صالحین رَحْمَةُ اللّٰهِ

تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اور دیگر جنتی شفاعت فرمائیں گے اور اِن شفاعت کرنے والوں کے سردار اور آقا و مولیٰ حضور سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ہوں گے۔ چنانچہ

حضرت اُبی بن کعب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''میں قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا امام، خطیب اور شفیع ہوں گا اور اس پر (مجھے) فخر نہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۳۵۳، الحدیث: ۳۶۳۳)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''شہید کی شفاعت اس کے ستر قریبی رشتہ داروں کے بارے میں مقبول ہوگی۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الشہید یشفع، ۳/۲۲، الحدیث: ۲۵۲۲)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوں گے، اس وقت ایک جہنمی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا تو اس سے کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا تو میں نے آپ کو پانی پلایا تھا؟ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس جہنمی کی شفاعت کرے گا۔ ایک (جہنمی) دوسرے (جنتی) کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کرنے کے لئے پانی دیا تھا؟ اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا، ایک کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے

فلاں کام کے لئے بھیجا تو میں چلا گیا تھا؟ اس قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل صدقۃ الماء، ۴/۱۹۶، الحدیث: ۳۶۸۵)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”ایک جنتی شخص جھانک کر جہنمیوں کی طرف دیکھے گا تو ایک جہنمی اس سے کہے گا: آپ مجھے نہیں جانتے؟ وہ کہے گا ”وَاللہ! میں تو تجھے نہیں پہچانتا، تم پر افسوس ہے، تو کون ہے؟ وہ کہے گا: میں وہ ہوں کہ آپ ایک دن میری طرف سے ہو کر گزرے اور مجھ سے پانی مانگا اور میں نے پلا دیا تھا، اس کے صِلہ میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حضور میری شفاعت کیجئے۔ وہ جنتی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے زائروں میں اس کے حضور حاضر ہو کر یہ حال بیان کر کے عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کے حق میں اِس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

(مسند ابو یعلی، مسند انس بن مالک، ما اسندہ ثابت البنانی عن انس، ۳/۲۳۷، الحدیث: ۳۴۷۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقبول بندوں کی شفاعت سے حصہ عطا فرمائے، اٰمین۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُؕ-لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌؕ-اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ(49)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ ہر گروہ کے لئے ایک مدت ہے تو جب وہ مدت آجائے گی تو وہ لوگ ایک گھڑی نہ تو اس سے پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے ہو سکیں گے۔

{قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: تم فرماؤ! میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔} اس آیت میں کفار کے اس قول "اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب آئے گا" کا جواب دیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں پر عذاب نازل کرنے اور دوستوں کے لئے مدد ظاہر کرنے کی قدرت اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ اور وعید کو پورا کرنے کا ایک وقت مُعیّن کر دیا ہے اور اس وقت کا تَعَیُّن اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت پر مَوقوف ہے اور جب وہ وقت آجائے گا تو وہ وعدہ بہر صورت پورا ہو گا۔ (تفسیر کبیر، یونس، تحت الآیۃ: ۴۹، ۶/۲۶۲)

اس آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ اے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آپ فرما دیں کہ "میں اپنی جان کیلئے نقصان اور نفع کا اتنا ہی مالک ہوں جتنا اللہ چاہے" اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر کئے بغیر میں اپنی جان پر بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا البتہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا چاہے مجھے مالک و قادر بنا دیتا ہے۔ (خازن، یونس، تحت الآیۃ: ۴۹، ۲/۳۱۸)

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نفع و نقصان کا اختیار ملا ہے:

بکثرت آیات اور اَحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفع و نقصان آپ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قدرت اور اختیار میں دیا ہے جیسے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"(التوبہ:۷۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی لوگوں کو غنی اور مالدار بناتے ہیں اور دوسروں کو غنی وہی کر سکتا ہے جسے غنی کرنے کی قدرت اور اختیار حاصل ہو۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۙ-وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤۙ-اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ"(توبہ:۵۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انہیں عطا فرمایا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہمیں اپنے فضل سے اور زیادہ عطا فرمائیں گے۔ بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دیا بھی ہے اور دیں گے بھی اور دیتا وہی ہے جس کے پاس خود ہو۔

صحیح بخاری میں ہے، دو عالَم کے مالک و مختار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ

وَاللّٰہُ یُعْطِیْ'' بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ عطا کرتا ہے۔(بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقّہہ فی الدین،۱/۴۲، الحدیث:۷۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز جب بھی جس کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے وہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تقسیم سے ہی ملتی ہے اور اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے دینے اور سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تقسیم فرمانے کو کسی قید کے بغیر بیان فرمایا گیا ہے کہ نہ زمانے کی قید ہے، نہ چیز اور نہ لینے والے کی قید ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا دینا کسی زمانے، چیز اور لینے والے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے ہر زمانے میں، جو چیز، جسے جو چاہیں عطا فرماتے ہیں۔

نیز بکثرت اَحادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے دینِ اسلام کو دل سے ماننے والوں اور اس کی حمایت کرنے والوں کو نفع پہنچایا ہے اور آئندہ بھی پہنچائیں گے، جیسے حضرت ربیعہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کو جنت عطا فرمانا، حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر تھوڑے سے آٹے اور گوشت میں لعابِ دہن ڈال کر سینکڑوں لوگوں کو کھلا دینا، غزوہ بدر میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی آنکھ زخمی ہونے پر اسے صحیح کر دینا، غزوہ اُحد کے موقع پر حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ کی تیر لگنے سے آنکھ نکل جانے پر ان کی آنکھ درست کر دینا، حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے لئے سورج کو واپس لوٹا کر گئے ہوئے دن کو عصر کر دینا، غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کَرَّمَ اللّٰہ تَعَالٰی

وَجْهَهُ الْكَرِيْم کو ہونے والی آشوبِ چشم کی بیماری دور کر دینا، ایک غزوے کے موقع پر 1500 صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کو انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر کے سیراب کر دینا، اسی طرح وصالِ ظاہری کے بعد حضرتِ بلال بن حارث مزنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کرنے کی عرض پر بارش ہونے کی خوشخبری دینا، مزارِ اقدس پر حاضر ہو کر مغفرت طلب کرنے والے اَعرابی کو مغفرت ہو جانے کی بشارت دینا، قیامت کے انتہائی سخت لمحات میں اُمتوں کا حساب شروع کروا کر اَوّلین و آخرین تمام انسانوں، جنوں اور حیوانوں کی مدد کرنا، گنہگار امتیوں کی شفاعت کرنا، حوضِ کوثر پر پیاسے اُمتیوں کو سیراب کرنا، میزانِ عمل پر گنہگار اُمتیوں کے اَعمال کے وزن کو بڑھانا اور پل صراط پر کھڑے ہو کر اپنے امتیوں کی سلامتی کی دعائیں مانگنا، یہ سب تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے نفع پہنچانے کی واضح مثالیں ہیں، اور جس طرح آپ نے دینِ اسلام کے حامیوں کو نفع پہنچایا ہے اسی طرح اسلام کے دشمنوں کو نقصان بھی پہنچایا ہے۔

سورۃ ھُود

وَ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَ یَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَ مُسۡتَوۡدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ(6)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔ سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے۔

{وَ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ: اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں۔} ''دَآبَّةٍ'' کا معنی ہے ہر وہ جانور جو زمین پر رینگ کر چلتا ہو، عُرف میں چوپائے کو ''دَآبَّةٍ'' کہتے ہیں جبکہ آیت میں اس سے مُطْلَقًا جاندار مراد ہے لہٰذا انسان اور تمام حیوانات اس میں داخل ہیں۔ (خازن، ہود، تحت الآیۃ: ۶، ۲/۳۴۰)

کسی جاندار کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں:

علامہ احمد صاوی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں ''اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جانداروں کو رزق دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب ہو بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جانداروں کو رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرما لیا ہے اور (یہ اس کی رحمت اور اس

کا فضل ہے کہ) وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ رزق کی ذمہ داری لینے کو "عَلَی" کے ساتھ اس لئے بیان فرمایا تاکہ بندے کا اپنے رب عَزَّوَجَلَّ پر توکل مضبوط ہو اور اگر وہ (رزق حاصل کرنے کے) اَسباب اختیار کرے تو ان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی پر اپنا اعتماد اور بھروسہ رکھے، اسباب صرف اس لئے اختیار کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فارغ رہنے والے بندے کو پسند نہیں فرماتا۔ زمین کے جانداروں کا بطورِ خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ یہی غذاؤں کے محتاج ہیں جبکہ آسمانی جاندار جیسے فرشتے اور حورِ عین، یہ اس رزق کے محتاج نہیں بلکہ ان کی غذا تسبیح و تہلیل ہے۔ (صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۶، ۳/۹۰۰، ۹۰۱)

{كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ: سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں موجود ہے۔} یعنی اس آیت میں جو جانداروں، ان کے رزق، ان کے ٹھہرنے اور سپرد کئے جانے کی جگہ کا ذکر ہوا یہ سب بیان کرنے والی کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ لوحِ محفوظ میں سب جانداروں کے رزق، ان کی جگہوں، ان کے زمانے اور اَحوال کی تفصیل مذکور ہے۔ (صاوی، ہود، تحت الآیۃ: ۶، ۳/۹۰۱)

اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے:

خیال رہے کہ ہر چیز کا لوحِ محفوظ میں لکھا جانا اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا لہٰذا لکھ لیا، کیونکہ بھول جانا اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے، بلکہ اس

لئے لکھا ہے تاکہ لوحِ محفوظ دیکھنے والے بندے اس پر اطلاع پائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوحِ محفوظ پر نظر رکھتے ہیں انہیں بھی ہر ایک کے مُسْتَقَر اور مُسْتَوْدَع کی خبر ہے کیونکہ یہ سب لوحِ محفوظ میں تحریر ہے اور لوحِ محفوظ ان کے علم میں ہے۔ لوحِ محفوظ کو مُبِین اس لئے فرمایا گیا کہ وہ خاص بندوں پر عُلومِ غَیبِیَّہ بیان کر دیتی ہے۔

قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِؕ-اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ(73)

ترجمہ: فرشتوں نے کہا: کیا تم اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ بیشک وہی سب خوبیوں والا، عزت والا ہے۔

{قَالُوْا: فرشتوں نے کہا۔} فرشتوں کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ اے سارہ! رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا، آپ کے لئے یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا کا تعلق اس گھرانے سے ہے جو معجزات، عادتوں سے ہٹ کر کاموں کے سرانجام ہونے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کی جگہ بنا ہوا ہے۔

(مدارک، ہود، تحت الآیۃ: ۷۳، ص۵۰۶)

ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں داخل ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ازواجِ مطہرات

اہلِ بیت میں داخل ہیں کیونکہ حضرت سارہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو اہلِ بیت کہا گیا ہے، لہٰذا حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا اور دیگر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت میں شامل ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ہود تحت الآیۃ: ۷۳، ۵ / ۵۰، الجزء التاسع) نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان اَحادیث سے بھی ثابت ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ازواجِ مُطہرات آپ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں، چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کا ولیمہ گوشت اور روٹی سے کیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کے لئے بلا لاؤں۔ (میں بلانے گیا) تو میرے ساتھ کچھ حضرات آئے اور وہ کھا کر چلے گئے، پھر کچھ حضرات آئے اور وہ بھی کھا کر چلے گئے، چنانچہ اسی طرح جنہیں میں بلاتا وہ آتے اور کھا کر چلے جاتے یہاں تک کہ اب مجھے بلانے کے لئے کوئی نہیں مل رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کھانا اٹھا کر رکھ دو۔ تین آدمی اس وقت بھی گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے حجرے کی طرف جا کر فرمایا ''اے اہلِ بیت! تم پر سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو۔ انہوں نے جواب دیا: آپ پر بھی سلامتی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہو، آپ نے اپنی زوجۂ مطہرہ کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ان میں برکت عطا فرمائے۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باری باری تمام ازواجِ

مطہرات رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے یہی فرماتے رہے جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا سے فرمایا تھا اور وہ بھی اسی طرح جواب عرض کرتی رہیں جس طرح حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے کیا تھا۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ: لاتدخلوا بیوت النبی الّا ان یؤذن لکم۔۔۔ الخ، ۳/۳۰۵، الحدیث: ۴۷۹۳)

یہی حدیث چند مختلف الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم میں بھی موجود ہے اور اُس میں یہ ہے کہ (لوگوں کو کھانا کھلانے کے بعد) سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی ازواجِ مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے فرمایا "تم پر سلامتی ہو، اے اہلِ بیت! تم کیسے ہو؟ انہوں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہم خیریت سے ہیں، آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کو کیسا پایا؟ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "بہت اچھا پایا۔ (مسلم، کتاب النکاح، باب فضیلۃ اعتاقہ امۃ ثمّ یتزوّجہا، ص ۷۴۴، الحدیث: ۸۷(۱۴۲۸))

یٰۤـاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَاۚ-اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَۚ-وَ اِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ(76)

ترجمہ: (ہم نے فرمایا) اے ابراہیم! اس بات سے کنارہ کشی کرلیجیے، بیشک تیرے رب کا حکم آچکا ہے اور بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو پھیرا نہ جائے گا۔

{یٰۤـاِبْرٰهِیْمُ: اے ابراہیم!} جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرشتوں

سے سلام اور کلام کا سلسلہ دراز ہوا تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے عرض کی: اے ابراہیم! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اب اس بحث کو ختم کر دیں کیونکہ آپ کے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے حضرت لوط عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم پر عذاب نازل ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا اس عذاب کے ٹلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ (تفسیر طبری، ہود، تحت الآیۃ: ۷۵، ۷/۷۹، ملخصًا)

تقدیر مبرم سے متعلق دو عقائد:

اس آیت سے دو مسئلے معلوم ہوئے

(1)... تقدیر مبرم کسی صورت میں نہیں ٹل سکتی۔

(2)... انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہ عزت ہے کہ رب عَزَّوَجَلَّ ان کو تقدیر مبرم کے خلاف دعا کرنے سے روک دیتا ہے، تاکہ ان کی زبان خالی نہ جائے۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ تقدیر کی تین قسمیں ہیں

(۱) مبرمِ حقیقی، کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں کسی شے پر مُعلق نہیں۔

(۲) معلقِ محض، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں کسی چیز پر اس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہے۔

(۳) معلق شبیہ بہ مبرم، کہ فرشتوں کے صحیفوں میں اُس کا معلق ہونا مذکور نہیں اور اللہ

تعالیٰ کے علم میں کسی چیز پر معلق ہے۔ ان کا حکم یہ ہے کہ وہ تقدیر جو مبرمِ حقیقی ہے اس کی تبدیلی ناممکن ہے، اگر اتفاقی طور پر اکابر محبوبانِ خدا اس کے بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے، اور وہ تقدیر جس کا معلق ہونا ظاہر ہے اس تک اکثر اولیاء کی رسائی ہوتی ہے اور یہ ان کی دعا سے اور ان کی ہمت سے ٹل جاتی ہے اور وہ تقدیر جو متوسط حالت میں ہے جسے فرشتوں کے صحیفوں کے اعتبار سے مبرم بھی کہہ سکتے ہیں، اس تک خواص اکابر کی رسائی ہوتی ہے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، عقائد متعلقۂ ذات وصفات، ۱/۱۲، ۱۴، ملخصًا)

سورۂ یُوسُف

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ- وَ اْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ(93)

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

{ اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا: میرا یہ کرتا لے جاؤ۔} جب تعارف ہو گیا تو حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائیوں سے اپنے والد ماجد کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے کہا ''آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی کے غم میں روتے روتے اُن کی

بینائی بحال نہیں رہی۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ”میرا یہ کرتا لے جاؤ جو میرے والد ماجد نے تعویذ بنا کر میرے گلے میں ڈال دیا تھا اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ جس طرح وہ میری موت کی خبر سن کر غمزدہ ہوئے اسی طرح میری بادشاہت کا نظارہ کر کے خوش ہو جائیں۔ (مدارک، یوسف، تحت الآیۃ: ۹۳، ص ۵۴۴، ملخصاً)

بزرگوں کے تبرکات بھی دافعِ بلا، مشکل کشا ہوتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں کی شفا، دافع بلا اور مشکل کشا ہوتی ہیں۔ قرآن و حدیث اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کی مبارک زندگی کا مطالعہ کریں تو ایسے واقعات بکثرت مل جائیں گے جن میں بزرگانِ دین کے مبارک جسموں سے مَس ہونے والی چیزوں میں شفا کا بیان ہو۔ سرِدست 2 واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)...حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ”میں نے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قربانی کے دن بطنِ وادی کی جانب سے جمرہ عقبہ کی رَمی فرمائی، جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رمی سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو خَثْعَم قبیلے کی ایک خاتون گود میں بچہ اٹھائے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ”یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میرے گھرانے میں ایک ہی بچہ باقی رہ گیا ہے اور اس پر بھی

کچھ اثر ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”تھوڑا سا پانی لاؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم نے پانی پیش کر دیا، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس پانی سے دونوں ہاتھوں کو دھویا، منہ میں پانی لے کر کلی کی اور اس عورت سے فرمایا ”یہ پانی اس بچے کو پلا دیا کرو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے شفا طلب کرو۔ حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ”میں نے اس عورت سے ملاقات کی اور اس سے کہا ”تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا ”یہ پانی بچے کی صحت کے لئے ہے اس لئے میں نہیں دے سکتی۔ حضرت ام جندب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا فرماتی ہیں ”دوسرے سال جب اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے بچے کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا ”وہ بچہ بہت تندرست، ذہین اور عقل مند ہو گیا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الطب، باب النشرۃ، ۴/۱۲۹، الحدیث: ۳۵۳۲)

(2)...اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا کے پاس حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چند موئے مبارک تھے جنہیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھا نے چاندی کی ایک ڈبیہ میں رکھا ہوا تھا۔ لوگ جب بیمار ہوتے تو وہ ان گیسوؤں سے برکت حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفا طلب کرتے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گیسوؤں کو پانی کے پیالے میں رکھ کر وہ پانی پی جاتے تو انہیں شفا مل جایا کرتی۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، ۱۵/۹۴، تحت الحدیث: ۵۸۹۶)

سورۃ النحل

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(43)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

تقلید جائز ہے:

یاد رہے کہ یہ آیتِ کریمہ تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب ''اَلْاِکْلِیْلُ'' میں فرماتے ہیں '' اس آیت سے علماء نے فروعی مسائل میں عام آدمی کے لئے تقلید کے جواز پر استدلال فرمایا ہے۔ (الاکلیل، سورۃ النحل، ص ۱۶۳) بلکہ آیت فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ تقلید واجب ہونے کی صریح دلیل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''اَہْلَ الذِّکْرِ'' سے مسلمان علماء نہیں بلکہ اہل کتاب کے علماء مراد ہیں لہٰذا اس آیت کا تقلید کی بحث سے کوئی تعلق نہیں، ان کا یہ کہنا نری جہالت ہے کیونکہ یہ اس قانون کے خلاف ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا۔

(فتاویٰ رضویہ،۲۱/۵۸۲)

تقلید کی تعریف:

تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول اور فعل کو یہ سمجھ کر اپنے اوپر لازمِ شرعی جاننا کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔

تقلید سے متعلق چند اہم مسائل:

(1)...عقائد اور صریح اسلامی احکام میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(2)...جو مسائل قرآن و حدیث یا اِجماعِ امت سے اِجتہاد اور اِستنباط کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مُجتَہد پر چاروں آئمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(3)...اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”مذاہبِ اربعۂ اہلسنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراطِ مستقیم پر ہے اس پر شرعًا کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کیلئے نجات کو کافی ہے۔ تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین، مُتَّبِعُ غَیْرِ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْن(یعنی مومنوں کے راستے کے علاوہ کی پیروی کرنے والے) ہیں۔(فتاویٰ رضویہ،۲۷/۶۴۴)

نوٹ: تقلید سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے کتاب ”جاء الحق“ کا مطالعہ فرمائیں۔

مُقَلّد کا ایمان درست ہے یا نہیں؟

جو شخص تقلید کے طور پر ایمان لایا اس کا ایمان صحیح ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست نہیں، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے لیکن وہ غور و فکر اور اِستدلال ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا، اور بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے اور ایسے ایمان لانے والا گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان علماء کے اَقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”بے شک ایمان نور کی ایک تجلی ہے اور وہ (جہالت کا) پردہ اٹھانا اور سینہ کھولنا ہے، اللّٰہ تعالیٰ وہ نور اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ڈالتا ہے خواہ یہ نور کا داخل ہونا غور و فکر سے ہو یا محض کسی کی بات سننے سے حاصل ہو، اور کسی عقلمند کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے: ایمان نظر و استدلال کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔“ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ خدا کی قسم! بسا اوقات اس شخص کا ایمان جو استدلال کا طریقہ نہیں جانتا اُس سے کامل تر اور مضبوط تر ہوتا ہے جو بحث و مناظرے میں آخری حد تک پہنچا ہوا ہو، تو جس کا سینہ اللّٰہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دے اور وہ اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پائے تو وہ قطعی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ اسے یہ عظیم نعمت کہاں سے ملی ہے، اور آئمہ اربعہ وغیرہ محققین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْن نے جو فرمایا کہ ”مقلد کا ایمان صحیح ہے“ اس کا یہی معنی ہے، مقلد

سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو استدلال کرنا، بحث کے اسلوب اور گفتگو کے مختلف طریقے نہ جانتا ہو، رہا وہ شخص جس نے اپنے سینے کو اس یقین کے ساتھ اپنی طرف سے کشادہ نہ کیا تو اس نے ویسے ہی کہا جیسے منافق اپنی قبر میں کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے نہیں معلوم، میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا تو ان سے سن کر میں بھی کہا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی تصدیق اس لئے کرے کہ مثلاً اس کا باپ اس بات کی تصدیق کرتا تھا اور وہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھتے ہوئے تصدیق نہ کرے تو ایسے شخص کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں اور تقلیدی ایمان کی نفی کرنے والوں کی بھی یہی مراد ہے۔

(المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد، الخاتمة فی بحث الایمان، ص ۲۰۰-۱۹۹)

بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِؕ-وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ(44)

ترجمہ:۔(ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن اس لئے نازل فرمایا تاکہ آپ اس کتاب میں موجود اَحکام، وعدہ اور وعید کو اپنے اَقوال

اور اَفعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کردیں۔

(قرطبی، النحل، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/۷۹، الجزء العاشر)

حدیث پاک بھی حجت ہے:

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی تفسیر ''اَلْجَامِعُ لِاَحْکَامِ الْقُرْآن'' کی ابتدا میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں موجود مُجمل چیزوں کو بیان کرنے، مشکل کی تفسیر کرنے اور کئی اِحتمال رکھنے والی چیزوں کی تحقیق کرنے کا منصب اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو عطا فرمایا تاکہ رسالت کی تبلیغ کے ساتھ آپ کی یہ خصوصیت بھی ظاہر ہو جائے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد قرآنِ پاک کے معانی کو اَخذ کرنے اور قرآنِ پاک کے اصول کی طرف اشارہ کرنے کی خدمت علماء کے سپرد فرمائی تاکہ وہ قرآنِ پاک کے الفاظ میں غور و فکر کر کے ان کی مراد جان جائیں، یوں علماء دیگر امتیوں سے ممتاز ہو گئے اور اِجتہاد کا ثواب ملنے کی خصوصیت بھی انہیں حاصل ہوئی، خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک اصل ہے اور حدیثِ پاک اس کا بیان ہے اور علماء کا اِستنباط اس کی وضاحت ہے۔ (قرطبی، خطبۃ المصنّف، ۱/۲۴، الجزء الاوّل) اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر، قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قرآنِ پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا

ہے اور حدیث نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَقوال اور اَفعال ہی کا تو نام ہے۔اس کے علاوہ اور آیات بھی حدیثِ پاک کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں ،جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ-وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" (سورۂ جمعہ:۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللّٰہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت کے علاوہ بکثرت آیات ایسی ہیں جن میں اللّٰہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حکم مانا جائے یہاں تک کہ واضح طور فرما دیا کہ "وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" (النساء:٦٤)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللّٰہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اور سیّدالمرسلین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اسی صورت ممکن

ہے جب ان کے قول اور فعل کی پیروی کی جائے، اگر یوں نہ کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بِعثت کا جو مقصد ہے وہی فوت ہو جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا

”وَمَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَاتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ“ (حشر:۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللّٰہ سے ڈرو بیشک اللّٰہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو حدیثِ پاک کو حجت مانے بغیر چارہ ہی نہیں کیونکہ قرآنِ پاک میں اسلام کے بنیادی اَحکام جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا اِجمالی بیان کیا گیا ہے، ان پر عمل اسی صورت ممکن ہے جب حدیث پاک پر عمل کیا جائے کیونکہ ان تمام احکام کی تفصیل کا بیان صرف اَحادیث میں ہے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰـكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِۚ-وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (106)

ترجمہ: جو ایمان لانے کے بعد اللّٰہ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل

کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

شانِ نزول:

یہ آیت حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عمار، ان کے والد حضرت یاسر، ان کی والدہ حضرت سمیہ، حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو پکڑ کر کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں (لیکن یہ حضرات اسلام سے نہ پھرے تو) کفار نے حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے والدین کو بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ (ضعیف تھے جس کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتے تھے، انہوں) نے مجبور ہو کر جب دیکھا کہ جان پر بن گئی تو بادلِ نخواستہ کلمۂ کفر کا تَلَفُّظ کر دیا۔ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خبر دی گئی کہ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کافر ہو گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "ہرگز نہیں، حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سر سے پاؤں تک ایمان سے پُر ہیں اور اس کے گوشت اور خون میں ذوقِ ایمانی سرایت کر گیا ہے۔ پھر حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ روتے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "کیا ہوا؟ حضرت عمار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: اے خدا کے رسول! بہت ہی برا ہوا اور بہت ہی برے کلمے میری زبان پر جاری ہوئے۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "اس وقت تیرے دل کا کیا

حال تھا؟ حضرت عمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی ”دل ایمان پر خوب جما ہوا تھا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شفقت و رحمت فرمائی اور فرمایا کہ اگر پھر ایسا اتفاق ہو تو یہی کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن، النحل، تحت الآیۃ: ۱۰۶، ۳/۱۴۴ ملخصاً)

حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے متعلق چند شرعی مسائل:

(1)...اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جب کہ آدمی کو (کسی ظالم کی طرف سے) اپنی جان یا کسی عُضْو کے تلف ہونے کا (حقیقی) خوف ہو۔ (اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔)

(2)...اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہوگا جیسا کہ حضرت خُبَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صبر کیا اور وہ سولی پر چڑھا کر شہید کر ڈالے گئے۔ سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں سیّدُ الشُّہداء فرمایا۔

(3)...جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

(4)...اگر کوئی شخص بغیر مجبوری کے مذاق کے طور پر یا علم نہ ہونے کی وجہ سے کلمۂ کفر

زبان پر جاری کرے وہ کافر ہو جائے گا(تفسیرات احمدیہ، النحل، تحت الآیۃ:۱۰۶، ص۵۰۱)۔

سورۃ بَنِی اِسْرَآئیل (اَلْاَسْرَاء)

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ-اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ(1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

معراج شریف سے متعلق چند عقیدے کی باتیں:

یہاں معراج شریف سے متعلق تین باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1)...نبوت کے بارہویں سال سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم معراج سے نوازے گئے، البتہ مہینے کے بارے میں اختلاف ہے مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔

(2)...مکۂ مکرمہ سے حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بیتُ المقدس تک رات کے چھوٹے سے

حصہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور مَنازلِ قرب میں پہنچنا اَحادیثِ صحیحہ مُعتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِ تَواتُر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔

(3)...معراج شریف بحالتِ بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی، یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کثیر جماعتیں اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جلیل القدر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمْ اسی کے معتقد ہیں، آیات و اَحادیث سے بھی یہی سمجھ آتا ہے اور جہاں تک بیچارے فلسفیوں کا تعلق ہے جو علّت و مَعلول کے چکر میں پھنس کر عجیب و غریب شکوک و شُبہات کا شکار ہیں تو ان کے فاسد اَوہام مَحض باطل ہیں، قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ (تفسیرات احمدیہ، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱، ص۵۰۵، روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ:۱، ۵/۱۰۴، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱، ص۵۲۵، ملتقطاً)

وَ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِؕ-قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (85)

ترجمہ: اور تم سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو روح کا علم حاصل ہے:

اِس آیت میں بتادیا گیا کہ روح کا معاملہ نہایت پوشیدہ ہے اور اس کے بارے میں علمِ حقیقی سب کو حاصل نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے عطا فرمائے وہی اسے جان سکتا ہے جیسا کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اس کا علم عطا کیا گیا، چنانچہ علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "ایک جماعت نے گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کا علم مخلوق پر مُبْہَم کر دیا اور اسے اپنی ذات کے لئے خاص کر دیا ہے، حتّٰی کہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بھی روح کے بارے میں علم نہیں رکھتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا منصب و مقام اس سے بہت عظیم ہے کہ آپ کو بھی روح کا علم نہ ہو حالانکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عالِم بِاللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر آپ پر احسان فرمایا ہے کہ

"وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا" (النساء:۱۱۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔

ان لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ روح کا علم ان علوم میں سے ہے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اللہ تعالیٰ نے نہیں سکھائے، کیا انہیں اس بات کی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو وہ سب کچھ سکھا دیا ہے جو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہیں جانتے تھے۔

(روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ:۸۵، ۵/۱۹۸)

اسی طرح علامہ بدر الدین عینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا منصب بہت بلند ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور اس کی مخلوق کے سردار ہیں، اور یہ کیسے ہو سکتا ہے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو روح کے بارے میں علم نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر یہ ارشاد فرما کر احسان فرمایا ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے۔ (عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب قول اللہ تعالی: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا، ۲/۲۸۴، تحت الحدیث:۱۲۵)

مخلوق کے علم اور خالق کے علم میں فرق ہے:

{وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا: اور (اے لوگو!) تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔} علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”علمِ حادث علمِ قدیم کے مقابلے میں تھوڑا ہے کیونکہ بندوں کا علم مُتناہی (یعنی اس کی ایک انتہا) ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کی کوئی انتہاء نہیں اور متناہی علم غیر متناہی علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے اس عظیم سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: اولیاء رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کا علم انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو اور انبیاء

عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا علم ہمارے نبی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو اور ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا علم اللّٰہ تعالٰی کے علم کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ ہو تو وہ علم جو بندوں کو دیا گیا ہے فی نَفْسِہٖ اگرچہ کثیر ہے لیکن اللّٰہ تعالٰی کے علم کے مقابلے میں تھوڑا ہے۔ (روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۵، ۵/۱۹۷) اللّٰہ تعالٰی کے علم سے متعلق صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ اور حضرت خضر عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کشتی میں سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر ایک یا دو چونچیں سمندر میں ماریں۔ حضرت خضر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا ”اے موسیٰ! عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، میرا اور آپ کا علم اللّٰہ تعالٰی کے علم کے سامنے اس طرح ہے جیسے چڑیا کا سمندر میں چونچ مارنا۔ (بخاری، کتاب العلم، باب ما یستحبّ للعالم اذا سُئل: ایّ النّاس اعلم؟۔۔۔ الخ، ۱/۶۳، الحدیث: ۱۲۲) یہ بھی سمجھانے کیلئے بیان کیا گیا ہے ورنہ متناہی اور غیر متناہی میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘-فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا(89)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بار بار بیان کی ہے تو اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے علاوہ نہ مانا۔

قرآن مخلوق نہیں ہے:

یہاں یہ بات یاد رہے کہ قرآنِ مجید مخلوق نہیں کیونکہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللّٰہ تعالیٰ کی صفات ازلی اور غیر مخلوق ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں "جو قرآن کریم کو مخلوق کہے یا اس کے بارے میں تَوَقُّف کرے یا اس کے بارے میں شک کرے تو اس نے اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔(روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ: ۸۹، ۵/۲۰۲) نیز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فتاویٰ رضویہ کی 15 ویں جلد میں موجود اپنے رسالے "سُبْحٰنَ السُّبُّوْح عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْح" (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان)۔ میں قرآن عظیم کے غیر مخلوق ہونے پر ائمۂ اسلام کے 32 ارشادات ذکر کئے ہیں اور ان میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ 9 صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم فرماتے تھے کہ جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۳۸۰)

سورۃ اَلْکَھْف

فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِی الْـكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًا(11)ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا(12)

ترجمہ: توہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ لگار کھا۔ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

{سِنِیْنَ عَدَدًا: گنتی کے کئی سال۔} ارشاد فرمایا کہ جب وہ غار میں لیٹے تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک پردہ لگار کھا یعنی انہیں ایسی نیند سلادیا کہ کوئی آواز بیدار نہ کرسکے۔ (مدارک، الکھف، تحت الآیۃ:۱۱، ص۶۴۲)

اولیاء کی کرامات برحق ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کراماتِ اَولیاء برحق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں۔ ان کا کھائے پیئے بغیر اتنی مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہو سکتی ہے اور اسی طرح بعدِ موت بھی۔ ان کے جسموں کو مٹی کا نہ کھانا یہ بھی کرامتِ اولیاء میں سے ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو بلکہ

بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار کے اور بغیر اس کے علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے جیسے اصحابِ کہف کے واقعہ میں ہوا۔

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا ۚۖ اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا (21)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کردیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے۔

{وَ كَذٰلِكَ: اور اسی طرح۔} ارشاد فرمایا کہ جیسے ہم نے اصحابِ کہف کو جگایا تھا اسی طرح ہم نے لوگوں کو دقیانوس کے مرنے اور مدت گزر جانے کے بعد اصحابِ کہف کے بارے میں مطلع کردیا تاکہ تمام لوگ اور بالخصوص بیدروس بادشاہ کی قوم کے منکرینِ قیامت جان لیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ پھر اصحابِ کہف کی وفات کے بعد ان کے اردگرد عمارت بنانے میں لوگ باہم

جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو۔ ان کا رب عَزَّوَجَلَّ انہیں خوب جانتا ہے جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے یعنی بیدروس بادشاہ اور اس کے ساتھی، انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قرب سے برکت حاصل کریں۔

(خازن، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۱، ۳/۲۰۶، مدارک، الکھف، تحت الآیۃ: ۲۱، ص۶۴۶، ملتقطاً)

بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا جائز ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہلُ اللّٰہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔ قبروں کی زیارت سنت اور مُوجِبِ ثواب ہے۔

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا (98)

ترجمہ: ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے رب کی رحمت ہے پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے پاش پاش کردے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

{قَالَ: کہا۔} حضرت ذوالقرنین رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ یہ دیوار میرے

رب عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور اس کی نعمت ہے کیونکہ یہ یاجوج اور ماجوج کے نکلنے میں رکاوٹ ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کے خُروج کا وقت آ پہنچے گا تو میرا رب عَزَّوَجَلَّ اس دیوار کو پاش پاش کردے گا اور میرے رب عَزَّوَجَلَّ نے ان کے نکلنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اور اس کے علاوہ ہر وعدہ سچا ہے۔ (خازن، الکہف، تحت الآیۃ:۹۸، ۳/۲۲۶، جلالین، الکہف، تحت الآیۃ:۹۸، ص ۲۵۲، ملتقطاً)

یاجوج وماجوج اور ان شاء اللّٰہ:

یاجوج اور ماجوج کے نکلنے سے متعلق ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو کھودتے رہتے ہیں حتّٰی کہ جب اسے توڑنے کے قریب ہوتے ہیں تو ان کا سردار کہتا ہے: اب واپس چلو، باقی کل توڑ لیں گے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر کردیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا: واپس لوٹ جاؤ، اِنْ شَآءَ اللہ! کل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات) وہ اِستثناء (یعنی اِنْ شَآءَ اللّٰہ) کے ساتھ کہے گا۔ (دوسرے دن) جب وہ واپس آئیں گے تو اسے ویسے ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ کر گئے تھے، چنانچہ وہ اسے توڑ کر باہر لوگوں پر نکل آئیں گے۔

(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ الکہف، ۵/۱۰۴، الحدیث:۳۱۶۴)

قیامت سے پہلے یاجوج وماجوج کا نکلنا:

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں ''بعدِ قتلِ دجّال حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمِ الٰہی ہو گا کہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ، اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے، جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ مسلمانوں کے کوہِ طور پر جانے کے بعد یاجوج وماجوج ظاہر ہوں گے، یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بُحَیْرَۂ طَبَرِیّہ پر (جس کا طول دس میل ہو گا) جب گزرے گی، اُس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی: کہ یہاں کبھی پانی تھا!۔ پھر دنیا میں فساد وقتل وغارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کر لیا، آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے، خدا کی قدرت کہ اُن کے تیر اوپر سے خون آلودہ گریں گے۔ یہ اپنی اِنھیں حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مع اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے، یہاں تک کہ اُن کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہو گی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں، اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مع اپنے ہمراہیوں کے دعا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے، اُن کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پہاڑ سے اتریں گے، دیکھیں گے کہ تمام

زمین اُن کی لاشوں اور بدبو سے بھری پڑی ہے، ایک بالشت بھی زمین خالی نہیں۔ اُس وقت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام مع ہمراہیوں کے پھر دعا کریں گے، اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ (عَزَّوَجَلَّ) چاہے گا پھینک آئیں گے اور اُن کے تیر وکمان وترکش کو مسلمان سات برس تک جلائیں گے۔

(بہار شریعت، حصہ اول، معاد و حشر کا بیان، ۱/۱۲۴-۱۲۵)

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا (103)

ترجمہ: تم فرماؤ: کیا ہم تمہیں بتادیں کہ سب سے زیادہ ناقص عمل والے کون ہیں؟

{قُلْ: تم فرماؤ۔} اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ کیا ہم تمہیں بتادیں کہ وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے عمل کرنے میں مشقتیں اُٹھائیں اور یہ امید کرتے رہے کہ ان اعمال پر فضل وعطا سے نوازے جائیں گے مگر اس کی بجائے ہلاکت و بربادی میں جا پڑے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا وہ لوگ یہودی اور عیسائی ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ وہ راہب لوگ ہیں جو گرجوں میں خَلْوَت نشین رہتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِیْم نے فرمایا کہ یہ لوگ اہلِ حَروراء یعنی خارجی لوگ ہیں۔ (خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۳/۲۲۷، روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۰۳، ۵/۳۰۴، ملتقطاً) اور حقیقت میں سب ایک ہی مفہوم کی

مختلف تعبیریں ہیں کیونکہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو عبادت یا ظاہری اچھے اعمال میں محنت و مشقت تو کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ کسی ایسی چیز کا مرتکب بھی ہوتا ہے جس سے اس کا عمل مردود ہو جائے جیسے کفر۔

ظاہری اعمال اچھے ہونا حق پر ہونے کی دلیل نہیں:

اس سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ کسی کے ظاہری اعمال اچھے ہونا اس کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں، اور صحیح بخاری میں تو خارجیوں سے متعلق صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم سے ارشاد فرمایا "تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے مقابلے میں اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے، یہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوّۃ فی الاسلام، ۲/۵۰۳، الحدیث: ۳۶۱۰)

خارجیوں کا مختصر تعارف:

خارجیوں میں سب سے پہلا اور ان میں سب سے بدتر شخص ذُوالخُوَیصِرہ تمیمی تھا۔ اس نے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تقسیم پر اعتراض کرکے آپ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اسی وجہ

سے انہیں خارجی یعنی دین سے نکل جانے والا کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ظاہری طور پر بڑے عبادت گزار، شب بیدار تھے اور ان کی عبادت و ریاضت اور تلاوتِ قرآن میں مشغولیت دیکھ کر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھم بھی حیران ہوتے تھے لیکن ان کے عقائد و نظریات انتہائی باطل تھے۔ ان کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ تھا کہ جو کبیرہ گناہ کرے وہ مشرک ہے اور جو ان کے اس عقیدے کا مخالف ہو وہ بھی مشرک ہے۔ ان ظالموں نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کو بھی مَعَاذَاللہ مشرک قرار دے دیا تھا اور نہروان کے مقام پر آپ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے جنگ کی تھی۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم ان کی تمام تر ظاہری عبادت و ریاضت، تقویٰ و طہارت اور رات رات بھر تلاوتِ قرآن کرنے کو خاطر میں نہ لائے اور ان کے باطل عقائد کی وجہ سے ان کے ساتھ جنگ کی اور انہیں قتل کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی لمبی لمبی اور ظاہری خشوع و خضوع سے بھرپور نمازیں، رقت انگیز اور درد بھری آواز میں قرآن مجید کی تلاوتیں، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذابات سے ڈرانے والے وعظ اور نصیحتیں اور دیگر ظاہری نیک اعمال اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک اس کے عقائد درست نہ ہوں، لہٰذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ بد عقیدہ اور بد مذہب شخص کی کثرتِ عبادت، تقویٰ و طہارت اور دیگر نیک نظر آنے والی چیزوں سے ہرگز متاثر نہ ہو اور نہ ہی ان چیزوں کو دیکھ کر ان کی طرف مائل

ہو بلکہ ان سے ہمیشہ دور ہی رہے کہ اسی میں اس کی دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ-فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (110)

ترجمہ: تم فرماؤ: میں (ظاہراً) تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

{قُلْ: تم فرماؤ۔} حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں ”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں (یعنی جیسے تم انسان ہو اسی طرح میں بھی انسان ہوں) البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔

(خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۳/۲۲۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”(کافر) انبیاء عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

”مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ-وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ-اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ“(یس:۱۵)

تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

واقعی جب ان خُبثاء کے نزدیک وحیِ نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی اسی بشریت کے سوا کیا نظر آتا؟ لیکن اِن سے زیادہ دل کے اندھے وہ (ہیں جو) کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو ”قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ سوجھا اور ”یُوْحٰۤى اِلَیَّ“ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشریت جبریل عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَلَکیت سے اعلیٰ ہے، وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا اِن سے اُنس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا (ہے) ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے:

”وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ“(انعام:۹)

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

(اس سے) ظاہر ہوا کہ انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا، ظاہر بینوں (اور) کور باطنوں کا دھوکا ہے (اور) یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔۔۔ان کا کھانا پینا سونا یہ افعالِ بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں، حاشا (یعنی ہر گز نہیں، آپ تو ارشاد فرماتے ہیں) ''لَسۡتُ کَاَحَدِکُمۡ اِنِّیۡ اَبِیۡتُ عِنۡدَ رَبِّیۡ یُطۡعِمُنِیۡ وَیَسۡقِیۡنِیۡ'' میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ (ت) (بلکہ) ان کے یہ افعال بھی اقامتِ سنت و تعلیمِ امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقۂ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، جیسے ان کا سَہو و نِسیان۔ حدیث میں ہے ''اِنِّیۡ لَا اَنۡسٰی وَلٰکِنۡ اُنۡسٰی لِیَسۡتَنَّ بِیۡ'' میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالتِ سہو میں امت کو طریقۂ سنت معلوم ہو۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول (اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ) حضور اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے، جس کی حکمت تعلیمِ تواضع، و تانیسِ اُمت، و سدِّ غُلُوِّ نصرانیت (یعنی عاجزی کی تعلیم، امت کے لئے اُنسیت کا حصول اور عیسائی جیسے اپنے نبی کی شان بیان کرنے میں حد سے بڑھ گئے مسلمانوں کو اس سے روکنا) ہے، اول، دوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا، پھر فضائلِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِہَا اَفۡضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّحِیَّۃ

کی عظمتِ شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہاں اس غلو کے سدِّ باب (روکنے) کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو "میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں "یُوْحٰۤی اِلَیَّ" رسول ہوں، دفعِ اِفراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفعِ تفریطِ ابلیسیَّت کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا:

"قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا"(بنی اسرائیل:۹۳)

تم فرمادو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں، میں تو انسان رسول ہوں۔

اِنہیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظِ کریم جمع فرمائے گئے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ" میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (ت) بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شَیْطَنَت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیازِ اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اِقتصار کرے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/۶۶۲-۶۶۵)

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "صورتِ خاصہ میں کوئی بھی آپ (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا اور حقیقت و روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء (عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام) اوصافِ بشر

سے اعلیٰ ہیں، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض (قاضی عیاض رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ کی کتاب ’’شفاء‘‘) میں ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَام کے اَجسام و ظواہر تو حدِّ بشریت پر چھوڑے گئے اور اُن کے اَرواح و بَواطن بشریت سے بالا اور مَلاءِ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رَحْمَةُ اللہ عَلَیْهِ نے سورہ والضحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبۂ انوارِ حق آپ پر علی الدَّوام حاصل ہو۔ بہر حال آپ (صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم) کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورتِ بشریہ کے بیان کا اظہارِ تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے۔ (خزائن العرفان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ص ۵۶۹)

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
توہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق عقیدے کی چند باتیں:

یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں یاد رکھیں:

پہلی بات یہ کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو اپنے جیسا بشر کہے کیونکہ جو کلمات عزت و عظمت والے اصحاب عاجزی کے طور پر فرماتے ہیں انہیں کہنا

دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”واضح رہے کہ یہاں ایک ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اَصفیا اور اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے اور اسے جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب و دبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی شے نہیں، آپ حیاتِ دُنیوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے عبدیّت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اُدھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور اس کی مثل دیگر مقامات۔ ہم امتیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اِشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسِ ادب کرتے ہوئے خاموشی و سکوت اور تَوَقُّف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی و غلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حدِّ ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت

سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مدارج النبوت، باب سوم دربیان فضل و شرافت، وصل در ازالۂ شبہات، ۱/۸۴-۸۳)

دوسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے فضائلِ جلیلہ اور مَراتبِ رفیعہ عطا فرمائے ہوں، اُس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف سے اس کا ذکر کرنا جو ہر خاص و عام میں پایا جائے، اُن کمالات کو نہ ماننے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ فضیلت و مرتبے پر فائز ہستی کا ذکر اس کے فضائل اور ان اوصاف کے ساتھ کیا جائے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور یہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ کا طریقہ ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ'' بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسولَ اللّٰہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں؟ ارشاد فرمایا ''(دینی بھائی ہونے کے ساتھ تمہاری خصوصیت یہ ہے کہ) تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (صرف دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ (مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرّۃ والتحجیل فی الوضوئ، ص ۱۵۰،

الحدیث:۳۹(۲۴۹)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرو تو اچھی طرح بھیجا کرو، تمہیں کیا پتہ کہ شاید وہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے پیش کیا جاتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: تو ہمیں سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یوں پڑھا کرو

”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَا تَكَ وَرَحْمَتَكَ و بَرَكَا تِكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۴۸۹، الحدیث: ۹۰۶، مسند ابی یعلی، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۴/۴۳۸، الحدیث: ۵۲۴۵، ملتقطاً)

اور حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشر کہنے میں راہِ سلامت یہ ہے کہ نہ تو آپ کی بشریت کا

مُطْلَقاً انکار کیا جائے اور نہ ہی کسی امتیازی وصف کے بغیر آپ کی بشریت کا ذکر کیا جائے بلکہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے یا یوں کہا جائے کہ آپ کی ظاہری صورت بشری ہے اور باطنی حقیقت بشریَّت سے اعلیٰ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "جو یہ کہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی صورتِ ظاہری بشری ہے (اور) حقیقتِ باطنی بشریت سے ارفع و اعلیٰ ہے، یا یہ (کہے) کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں، وہ سچ کہتا ہے اور جو مُطْلَقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالٰی

" قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا "(بنی اسرائیل:۹۳)

تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

(فتاوی رضویہ، ۱۴/۳۵۸)

تیسری بات یہ کہ قرآنِ کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے لہٰذا جس مسلمان کے دل میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کفار کا طریقہ اختیار کرنے سے بچے اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو

اپنے جیسا بشر سمجھ کر گمراہوں کی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔

سورۃ مَرْیَم

وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا(15)

ترجمہ: اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہوگا اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

{وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ: اور اس پر سلامتی ہے۔} یعنی جس دن حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پیدا ہوئے اس دن ان کے لئے شیطان سے امان ہے کہ وہ عام بچوں کی طرح آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو نہ چھوئے گا اور جس دن آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وفات پائیں گے اس دن ان کے لئے عذابِ قبر سے امان ہے اور جس دن آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زندہ اٹھایا جائے گا اس دن ان کے لئے قیامت کی سختی سے امان ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ پیدا ہونے، وفات پانے اور زندہ اٹھائے جانے کے یہ تینوں دن بہت وحشت ناک ہیں کیونکہ ان دنوں میں آدمی وہ دیکھتا ہے جو اِس سے پہلے اُس نے نہیں دیکھا، اس لئے ان تینوں مَواقع پر انتہائی وحشت ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا اِکرام فرمایا کہ انہیں ان تینوں مواقع پر امن و سلامتی عطا فرمائی۔ (خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۱۵، ۳/۲۳۱-۲۳۰)

حضرت سفیان بن عیینہ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: کہ انسان کو تین دنوں میں وحشت کا سامنا ہوتا ہے، جب وہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ماں کے پیٹ سے باہر آکر ایک نئی دنیا کا سامنا کرتا ہے اور وہ جب مرتا ہے تو ایسی قوم دیکھتا ہے جسے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا اور جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو اپنے آپ کو ایک عظیم محشر میں پائے گا جس کی مثل اس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان تینوں وقتوں میں امان وسلامتی کا مژدہ دیا۔ (بغوی، مریم، تحت الآیۃ: ۱۵، ۱۵۹/۳) یاد رہے کہ سلامتی تو یقیناً ہر نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حاصل ہے لیکن بطورِ خاص اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بشارت دینا ایک جداگانہ فضیلت رکھتا ہے۔

نبی کے ولادت کے دن خوشی کرنے اور وفات کے دن خوشی کیوں نہیں:

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا اللہ تعالٰی کی سنت ہے، اسی وجہ سے اہلسنّت وجماعت بارہ ربیع الاوّل کے دن اللہ تعالٰی کے حبیب اور تمام اَنبیاء کے سردار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کا دن مناتے ہیں اور اس دن آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود وسلام کی کثرت کرتے ہیں، نظم ونثر کی صورت میں آپ کی شان اور آپ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں۔ فی زمانہ کچھ لوگ اسی آیتِ مبارکہ کو بیان کر کے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے

دن بھی ان پر سلام بھیجا گیا ہے اس لئے تم جس طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے میلاد کا دن خوشی کا اظہار کر کے مناتے ہو اسی طرح ان کی وفات کا دن بھی غم ظاہر کر کے منایا کرو۔اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ مجید میں اپنی نعمت کا چرچا کرنے اور اپنا فضل و رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور چونکہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بڑی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑی رحمت ہیں اس لئے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عطا کیا اس دن ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا میلاد مناتے ،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمت و شان کے چرچے کرتے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دنیا میں تشریف آوری کے دن خوشیاں مناتے ہیں۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (71)

ترجمہ: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔

{وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا:اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔}

اس آیت سے متعلق مفسرین کے مختلف اَقوال ہیں، ان میں سے 3قول درج ذیل ہیں:

(1)...اس آیت میں کافروں سے خطاب ہے (اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم

میں داخل ہونا ہے۔)

(2)...اس میں خطاب تمام لوگوں سے ہے اور جہنم پر وارد ہونے سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے البتہ (جنت میں جانے والے) مسلمانوں پر جہنم کی آگ ایسے سرد ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر دنیا میں آگ سرد ہوئی تھی اور ان کا یہ داخلہ عذاب پانے کے طور پر نہ ہوگا اور نہ ہی یہ وہاں خوفزدہ ہوں (بلکہ ان کا یہ داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تصدیق کے لئے ہوگا۔)

(تاویلات اہل السنہ، مریم، تحت الآیۃ:۷۱، ۳/۲۷۵-۲۷۴)

(3)...علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت میں خطاب عام مخلوق سے ہے (یعنی اس خطاب میں نیک و بد تمام لوگ داخل ہیں) اور جہنم پر وارد ہونے سے (نیک و بد) تمام لوگوں کا جہنم میں داخل ہونا مراد نہیں (بلکہ اس سے مراد جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، جیسا کہ) حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت حسن اور حضرت قتادہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے روایت ہے کہ جہنم پر وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے جو کہ جہنم کے اوپر بچھایا گیا ہے۔

(البحر المحیط، مریم، تحت الآیۃ:۷۱، ۶/۱۹۷)

{ کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا : یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔} یعنی جہنم پر وارد ہونا اللہ تعالیٰ کا وہ حتمی فیصلہ ہے جو اس نے اپنے تمام

بندوں پر لازم کیا ہے۔

پل صراط حق ہے:

اس آیت کی تفسیر میں پل صراط سے گزرنے کا بھی ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”صراط حق ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا۔ جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گزر فرمائیں گے، پھر اور اَنبیا و مُرسَلین، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اِختلافِ اعمال پل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہو گیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہو گا اُسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔ یہ تمام اہلِ محشر تو پل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پل

کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے: "رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ" اِلٰہی! ان گناہگاروں کو بچالے بچالے۔ اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے، کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ انھیں کی دوہائی، ہر شخص انھیں کو پکارتا، انھیں سے فریاد کرتا ہے اور اُن کے سوا کس کو پکارے۔۔۔؟! کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے، دوسروں کو کیا پوچھے، صرف ایک یہی ہیں، جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالَم کا بار اِن کے ذمے۔ (بہارِ شریعت، حصہ اول، معاد و حشر کا بیان، ۱/۱۴۷-۱۴۹)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں:

پیشِ حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
کچھ خبر بھی ہے فقیرو آج وہ دن ہے کہ
وہ نعمتِ خُلد اپنے صدقے میں لٹاتے جائیں گے

خاک اُفتادو! بس اُن کے آنے ہی کی دیر ہے
خود وہ گر کر سجدہ میں تم کو اٹھاتے جائیں گے
آنکھ کھولو غمزدو دیکھو وہ گِریاں آئے ہیں
لَوحِ دل سے نقشِ غم کو اب مٹاتے جائیں گے
پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر
رَبِّ سَلِّمْ کی صَدا پر وَجد لاتے جائیں گے

پل صراط کا خوفناک منظر:

یاد رہے کہ پل صراط سے گزرنے کا مرحلہ انتہائی مشکل اور اس کا منظر بہت خوفناک ہے، امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (جب قیامت کے دن) لوگوں کو پل صراط کی طرف لے جایا جائے گا جو کہ جہنم کے اوپر بنایا ہوا ہے اور وہ تلوار سے زیادہ تیز، بال سے زیادہ باریک ہے۔ تو جو شخص اس دنیا میں صراطِ مستقیم پر قائم رہا وہ آخرت میں پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاجائے گا اور جو دنیا میں اِستقامت کی راہ سے ہٹ گیا، گناہوں کی وجہ سے اس کی پیٹھ بھاری ہوئی اور وہ نافرمانی کرتا رہا تو پہلے قدم پر ہی وہ پل صراط سے پھسل کر (جہنم میں) گر جائے گا۔ تو اے بندے! ذرا سوچ کہ اس وقت تیرا دل کس قدر گھبرائے گا جب تو پل صراط اور اس کی باریکی دیکھے گا، پھر اس کے نیچے جہنم کی سیاہی پر تیری نظر پڑے گی، اس کے نیچے آگ

کی چیخ اور اس کا غصے میں آنا سنے گا اور کمزور حالت کے باوجود تجھے پل صراط پر چلنا ہو گا، چاہے تیرا دل بے قرار ہو، قدم پھسل رہے ہوں اور پیٹھ پر اتنا وزنی بوجھ ہو جو زمین پر چلنے سے رکاوٹ ہے۔ نیز پل صراط کی باریکی پر چلنا تو ایک طرف رہا، اس وقت تیری کیا حالت ہوگی، جب تو اپنا ایک پاؤں اِس پل پر رکھے گا اور اس کی تیزی کو محسوس کرے گا، لیکن (نہ چاہتے ہوئے بھی) دوسرا قدم اٹھانے پر مجبور ہو گا اور تیرے سامنے لوگ پھسل پھسل کر گر رہے ہوں گے اور جہنم کے فرشتے انہیں کانٹوں اور مڑے ہوئے سرے والے لوہے سے پکڑ رہے ہوں گے اور تو ان کی طرف دیکھ رہا ہو گا کہ وہ کس طرح سر نیچے اور پاؤں اوپر کئے ہوئے جہنم میں جا رہے ہوں گے تو یہ کس قدر خوفناک منظر ہو گا اور تجھے سخت مقام پر چڑھائی کرنی اور تنگ راستے سے گزرنا ہو گا۔ تو اپنی حالت کے بارے میں سوچ کہ جب تو اس پر چلے گا اور چڑھے گا اور بوجھ کی وجہ سے تیری پیٹھ بھاری ہو رہی گی اور اپنے دائیں بائیں لوگوں کو جہنم میں گرتے ہوئے دیکھ رہا ہو گا۔ رسول کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، اے میرے رب! بچالے، اے میرے رب! بچالے، پکار رہے ہوں گے، تباہی اور خرابی کی پکار جہنم کی گہرائی سے تیری طرف آ رہی ہوگی، کیونکہ بے شمار لوگ پل صراط سے پھسل چکے ہوں گے، اس وقت اگر تیرا قدم بھی پھسل گیا تو کیا ہو گا...؟ اس وقت ندامت بھی تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی اور تو بھی ہائے خرابی، ہائے ہلاکت پکار رہا اور یوں کہہ رہا ہو گا

کہ میں اسی دن سے ڈرتا تھا، کاش! میں نے اپنی (اس) زندگی کے لیے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔ کاش! میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بتائے ہوئے راستے پر چلا ہوتا۔ ہائے افسوس! میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ کاش! میں مٹی ہو گیا ہوتا۔ کاش! میں بھولا بسرا ہو جاتا۔ کاش! میری ماں نے ہی مجھے پیدا نہ کیا ہوتا۔ اس وقت آگ کے شعلے تجھے اچک لیں گے اور ایک منادی اعلان کردے گا'' اِخْسَـٴُـوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ '' دھتکارے ہوئے جہنم میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ (مومنون: ۱۰۸) اب چیخنے چلانے، رونے، فریاد کرنے اور مدد مانگنے کے سوا تیرے پاس کوئی راستہ نہ ہوگا۔

اے بندے! تو اس وقت تو اپنی عقل کو کس طرح دیکھتا ہے حالانکہ یہ تمام خطرات تیرے سامنے ہیں؟ اگر تیرا ان باتوں پر عقیدہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو دیر تک (یعنی ہمیشہ کیلئے) کفار کے ساتھ جہنم میں رہنا چاہتا ہے اور اگر تو ان باتوں پر ایمان رکھتا ہے لیکن غفلت کا شکار ہے اور اس کے لیے تیاری میں سستی کا مظاہرہ کررہا ہے تو اس میں تیرا نقصان اور سرکشی کتنی بڑی ہے۔ ایسے ایمان کا تجھے کیا فائدہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے اور اس کی نافرمانی چھوڑنے کے ذریعے تجھے اس کی رضا جوئی کی خاطر کوشش کی ترغیب نہیں دیتا، اگر بالفرض تیرے سامنے پل صراط سے گزرنے کے خوف سے پیدا ہونے والی دل کی دہشت کے سوا کچھ نہ ہو، اگرچہ تو سلامتی

کے ساتھ ہی گزر جائے تو یہ ہولناک خوف اور رعب کیا کم ہے۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الشطر الثانی، صفۃ الصراط، ۲۸۵/۵)

امام محمد غزالی رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ مزید فرماتے ہیں: قیامت کے ہولناک حالات میں وہی شخص زیادہ محفوظ ہو گا جو دنیا میں اس کی فکر زیادہ کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا، تو جو آدمی دنیا میں ان خوفوں سے ڈرا وہ آخرت کے دن ان سے محفوظ رہے گا، اور خوف سے ہماری مراد عورتوں کی طرح کا خوف نہیں ہے کہ سنتے وقت دل نرم ہو جائے اور آنسو جاری ہو پھر جلد ہی اسے بھول جاؤ اور اپنے کھیل کود میں مشغول ہو جاؤ، کیونکہ اس بات کا خوف سے کوئی تعلق نہیں بلکہ جو آدمی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے اور جو شخص کسی چیز کی امید رکھتا ہے وہ اسے طلب کرتا ہے، تو تجھے وہی خوف نجات دے گا جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکے اور اس کی اطاعت پر آمادہ کرے۔ نیز عورتوں کی طرح دل نرم ہونے سے بھی بڑھ کر بے وقوفوں کا خوف ہے کہ جب وہ ہَولناک مَناظر کے بارے میں سنتے ہیں تو فوراً ان کی زبان پر اِستعاذہ (یعنی اَعُوۡذُ بِاللہ) جاری ہوتا ہے اور وہ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ یا اللہ! بچالینا، بچالینا۔ اس کے باوجود وہ گناہوں پر ڈٹے رہتے ہیں جو ان کی ہلاکت کا باعث ہیں۔ شیطان ان کے پناہ مانگنے پر ہنستا ہے جس طرح وہ اس آدمی پر ہنستا ہے جسے صحرا میں کوئی درندہ پھاڑنا چاہتا

ہو اور اس کے پیچھے ایک قلعہ ہو، جب وہ دور سے درندے کی داڑھوں اور اس کے حملہ کرنے کو دیکھے تو زبان سے کہنے لگے کہ میں اس مضبوط قلعے میں پناہ لیتا ہوں اور اس کی مضبوط دیواروں اور سخت عمارت کی مدد چاہتا ہوں اور وہ یہ کلمات اپنی جگہ بیٹھے ہوئے صرف زبان سے کہتا رہے تو یہ بات کس طرح اسے درندے سے بچائے گی...؟ تو آخرت کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا قلعہ صرف سچے دل سے ’’ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللہ ‘‘ کہنا ہے اور سچائی کا معنی یہ ہے کہ اس کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ ہو اور اس کے علاوہ کوئی مقصود و معبود نہ ہو، اور جو شخص اپنی خواہش کو معبود بنالیتا ہے تو وہ توحید میں سچائی سے دور ہوتا ہے اور اس کا معاملہ خود خطرناک ہے۔ اگر تم ان باتوں سے عاجز ہو تو اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کرنے والے بن جاؤ، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت کی تعظیم کے حریص ہو جاؤ۔ امت کے نیک لوگوں کے دلوں کی رعایت کا شوق رکھنے والے ہو جاؤ اور ان کی دعاؤں سے برکت حاصل کرو تو ممکن ہے کہ تمہیں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ان نیک لوگوں کی شفاعت سے حصہ ملے اور اس وجہ سے تم نجات پا جاؤ اگرچہ تمہاری پونجی کم ہو۔ (احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الشطر الثانی، صفۃ الصراط، ۵/۲۸۶-۲۸۷)

سورۃ طٰہٰ

یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا (109)

ترجمہ: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمٰن نے اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔

{یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی۔} ارشاد فرمایا کہ جس دن یہ ہَولناک اُمور واقع ہوں گے اس دن شفاعت کرنے والوں میں سے کسی کی شفاعت کام نہ دے گی البتہ اس کی شفاعت کام دے گی جسے اللہ تعالیٰ نے شفاعت کرنے کی اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔ (روح البیان، طہ، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۵/۴۲۹)

اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل:

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے قیامت کے دن مومن کے علاوہ کسی اور کی شفاعت نہ ہو گی اور کہا گیا ہے کہ شفاعت کرنے والے کا درجہ بہت عظیم ہے اور یہ اسے ہی حاصل ہو گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہو گا۔ (خازن، طہ،

تحت الآیۃ:۱۰۹، ۳/۲۶۴)

شفاعت کا ثبوت اَحادیث کی روشنی میں:

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے مقبول بندوں کو گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا اور یہ مقرب بندے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اجازت سے گناہگاروں کی شفاعت کریں گے، اس مناسبت سے یہاں شفاعت سے متعلق 6 اَحادیث ملاحظہ ہوں

(1)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "میں قیامت کے دن حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اولاد کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع الخلائق، ص۱۲۴۹، الحدیث: ۳(۲۲۷۸))

(2)... حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، چند صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے آئے، جب قریب پہنچے تو صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھم کو کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ ان میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا خلیل بنایا، دوسرے

نے کہا: یہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اللہ تعالیٰ کے ہم کلام ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور روح ہیں۔ کسی نے کہا: حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور فرمایا "میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خلیلُ اللہ ہیں، بیشک وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نَجِیُّ اللہ ہیں، بے شک وہ اسی طرح ہیں، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روحُ اللہ اور کلمۃُ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا وہ بھی یقیناً ایسے ہی ہیں۔ سن لو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کا کُنڈا کھٹکھٹانے والا بھی میں ہی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے داخل کرے گا، میرے ساتھ فقیر مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں۔ میں اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔

(ترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۳۵۴، الحدیث: ۳۶۳۶)

(3)... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی ہے، پس ہر نبی نے وہ دعا جلد مانگ لی اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے اور یہ اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میری امت میں سے ہر شخص کو حاصل ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

(مسلم، کتاب الایمان، باب اختباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوۃ الشفاعۃ لامتہ، ص۱۲۹، الحدیث: ۳۳۸(۱۹۹))

(4)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جن سے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہوں گے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی الشفاعۃ، ۴/۳۱۱، الحدیث: ۴۷۳۹)

(5)... حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن تین لوگ شفاعت کریں گے۔ (1) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام۔ (2) پھر علماء۔ (3) پھر شہداء۔

(ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الشفاعۃ، ۴/۵۲۶، الحدیث: ۴۳۱۳)

(6)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "قیامت کے دن لوگ صفیں باندھے ہوئے ہوں گے، (اتنے

میں) ایک دوزخی ایک جنتی کے پاس سے گزرے گا اور اس سے کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ آپ نے ایک دن مجھ سے پانی مانگا تو میں نے آپ کو پلا دیا تھا؟ اتنی سی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا۔ ایک جہنمی کسی دوسرے جنتی کے پاس سے گزرے گا تو کہے گا: کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کیلئے پانی دیا تھا؟ اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا۔ ایک کہے گا: آپ کو یاد نہیں کہ فلاں دن آپ نے مجھے فلاں کام کو بھیجا تو میں چلا گیا تھا؟ اسی قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔

(ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فضل صدقۃ الماء، ۴/۱۹۶، الحدیث: ۳۶۸۵)

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘-وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى(121)

ترجمہ: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہو گئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

{فَاَكَلَا مِنْهَا: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا۔} ابلیس کے وسوسہ دلانے کے بعد حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور حضرت حوا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس درخت میں سے کھا لیا تو ان کے جنتی لباس اتر گئے اور ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہو گئے اور وہ اپنا ستر چھپانے اور جسم ڈھانکنے کے لئے جنت کے پتے

اپنے اوپر چپکانے لگے اور درخت سے کھا کر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو انہوں نے اس سے جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا اور اس درخت کے کھانے سے انہیں دائمی زندگی نہ ملی۔

(خازن، طٰہٰ، تحت الآیۃ:۱۲۱، ۳/۲۶۶)

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ:

یاد رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارادہ اور نیت حکم کو پورا کرنے اور اس چیز سے بچنے کا تھا جو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب بنے، لہٰذا کسی شخص کے لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے راضی ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت کرنے سے معصوم ہیں۔(صاوی، طٰہٰ، تحت الآیۃ:۱۲۱، ۴/۱۲۸۳)

عقیدہِ عِصمتِ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اعلیٰ حضرت:

یہاں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کے عقیدے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ایک کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو ”اہلِ حق یعنی اہلِ اسلام اور اہلسنّت و جماعت شاہراہِ

عقیدت پر چل کر منزلِ مقصود کو پہنچے جبکہ سرکشی کرنے والے اور اہلِ باطل تفصیلات میں ڈوب کر اور ان میں ناحق غور کر کے گمراہی کے گڑھے اور بد دینی کی گمراہیوں میں جا پڑے، انہوں نے کہیں دیکھا ''وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی'' کہ اس میں عصیاں اور بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی جانب کی گئی ہے۔ کہیں سنا '' لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ '' جس سے ذنب یعنی گناہ اور اس کی بخشش کی نسبت کا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے۔ کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور قومِ فرعون کے قبطی کا قصہ یاد آیا کہ آپ نے قبطی کو ظلم پر آمادہ پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی (مر کر) قبر کی گہرائی میں پہنچا۔ کبھی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کے ایک اُمتی اوریّاہ کا فسانہ سن پایا حالانکہ یہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہودیوں کا الزام تھا جسے انہوں نے خوب اچھالا اور عوام الناس کی زبان پر عام ہو گیا حتّٰی کہ اس کی شہرت کی بنا پر احوال کی تحقیق اور تفتیش کے بغیر بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرما دیا، جب کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔ غرض بے عقل، بے دینوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو چون وچرا کرنے لگے، پھر خدا ورسول کی ناراضی کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور اُلٹا '' خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا ''(اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے) نے '' وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی

الْكٰفِرِيْنَ“ (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا۔

انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم ہیں

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کبیرہ گناہوں سے مُطلَقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا اِن کے باعث اُن سے دور بھاگے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بِالاجماع معصوم ہیں۔

(فتاوی رضویہ، رسالہ: اعتقاد الاحباب، عقیدہ خامسہ، ۲۹/۳۶۰-۳۵۹)

سورۃ النُّور

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪-وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ-يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــٴًـاؕ-وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(55)

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ضرور ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی ہے اور ضرور ضرور اِن کے لیے اِن کے اُس دین کو جما دے گا جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ضرور ان کے خوف کے بعد ان (کی حالت) کو امن سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

{وَعَدَ اللّٰهُ : اللہ نے وعدہ فرمایا ہے۔} اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دوسرے گروہ یعنی مخلص مومنوں کا ذکر فرمایا ہے۔ آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے وحی نازل ہونے سے لے کر دس سال تک مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰه تَعَالٰی عَنْهُم کے ساتھ قیام فرمایا اور شب و روز کفار کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں پر صبر کیا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے مکانات کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا، مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے، آئے دن ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰه تَعَالٰی عَنْهُم ہر وقت خطرہ میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے۔ ایک روز ایک صحابی رَضِیَ اللّٰه تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور

ہتھیاروں کے بوجھ سے ہم سبکدوش ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے اعمال کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان وغیرہ انبیاء کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خلافت دی ہے اور جیسا کہ مصر و شام کے جابر کافروں کو ہلاک کرکے بنی اسرائیل کو خلافت دی اور ان ممالک پر اُن کو مُسَلَّط کیا اور اللہ تعالیٰ ضرور اِن کے لیے دینِ اسلام کو تمام اَدیان پر غالب فرمادے گا اور ضرور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور سرزمینِ عرب سے کفار مٹادیئے گئے، مسلمانوں کا تَسَلُّط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے فتح فرمائے، قیصر و کسریٰ کے ممالک اور خزائن اُن کے قبضہ میں آئے اور پوری دنیا پر اُن کا رُعب چھا گیا۔

(خازن، النور، تحت الآیۃ:۵۵، ۳/۳۶۰، مدارک، النور، تحت الآیۃ:۵۵، ص۷۸۸، ملتقطاً)

خلافتِ راشدہ کی دلیل:

علامہ علی بن محمد خازن رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفائِ راشدین رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُمۡ کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانے میں عظیم فتوحات ہوئیں اور کسریٰ وغیرہ بادشاہوں کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے

اور امن، قوت و شوکت اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/ ۳۶۰)

ترمذی اور ابوداوٗد کی حدیث میں ہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا۔“ (ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الخلافۃ، ۴/ ۹۷، الحدیث: ۲۲۳۳، ابوداوٗد، کتاب السّنّۃ، باب فی الخلفاء، ۴/ ۲۷۸، الحدیث: ۴۶۴۶) اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت دو برس تین ماہ، حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت دس سال چھ ماہ، حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت بارہ سال اور حصرت علی مرتضٰی کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: ۵۵، ۳/ ۳۶۱)

سورۃ الشُّعَرَاء

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (193)

ترجمہ: اسے روحُ الامین لے کر نازل ہوئے۔

{نَزَلَ بِهِ: اسے لے کر نازل ہوئے۔} قرآن پاک کو روح الامین یعنی حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام لے کر نازل ہوئے۔

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح اور امین کہنے کی وجوہات:

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو روح کہنے کی ایک وجہ مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام روح سے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روح کہا گیا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح روح بدن کی زندگی کا سبب ہوتی ہے اسی طرح حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام مکلف لوگوں کے دلوں کی زندگی کا سبب ہیں کیونکہ علم اور معرفت کے نور سے دل زندہ ہوتے ہیں جبکہ بے علمی اور جہالت سے مردہ ہو تے ہیں اور حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے ذریعے وحی نازل ہوتی ہے جس سے اللہ تعالٰی کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے ذریعے بے علمی اور جہالت کی وجہ سے مردہ ہو جانے والے دل زندہ ہو جاتے ہیں، اس لئے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو روح فرمایا گیا اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو امین اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تک اپنی وحی پہنچانے کی امانت ان کے سپرد فرمائی ہے۔(خازن، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۳، ۳/۳۹۵، تفسیر کبیر، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۳، ۸/۵۳۰، روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۳، ۶/۳۰۶، ملتقطاً)

قرآنِ مجید کے بارے میں ایک عقیدہ:

یاد رہے کہ قرآن پاک اللہ تعالٰی کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس کلام کو عربی الفاظ کے لبادے میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل فرمایا اور انہیں ان الفاظ پر امین بنایا تاکہ وہ اس کے حقائق

میں تَصَرُّف نہ کریں، اس کے بعد حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان الفاظ کو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قلبِ اَطہر پر نازل کیا۔ (روح البیان، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۹۳، ٦/ ۳۰٦)

سورۃ النَّمل

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَؕ-فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ﱎ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُؕ-وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖۚ-وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ (40)

ترجمہ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ) پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کیلئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔

{قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا

علم تھا۔} کتاب کا علم رکھنے والے سے مراد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم جانتے تھے۔ چنانچہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''یہی قول زیادہ صحیح ہے اور جمہور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔

(مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۸۴۷)

ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ انسانوں میں سے ایک شخص تھے اور ان کا نام حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ تھا۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔

(البحر المحیط، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۷/۷۳-۷۲)

ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اکثر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس سے مراد حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔ (تفسیر قرطبی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۷/۱۵۶، الجزء الثالث عشر)

اور ابومحمد حسین بن مسعود بغوی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اکثر مفسرین نے فرمایا کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔ (تفسیر بغوی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۳۵۹)

ان تفاسیر کے علاوہ دیگر معتبر تفاسیر جیسے تفسیر سمرقندی جلد 2 صفحہ 497، تفسیر جلالین صفحہ 320، تفسیر صاوی جلد 4 صفحہ 1498، تفسیر روح البیان جلد 6 صفحہ 349 میں راجح اور جمہور مفسرین کا یہی قول لکھا ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس سے مراد حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وزیر حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ ہیں۔

{اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ: میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔} جب حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں اس تخت کو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا تو حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان سے فرمایا: ”اگر تم نے ایسا کر لیا تو تم سب سے زیادہ جلدی اس تخت کو لانے والے ہو گے۔ حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے جب اسمِ اعظم کے ذریعے دعا مانگی تو اسی وقت تخت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے نمودار ہو گیا۔ (تفسیر سمرقندی، النمل، تحت الآیۃ: ۴۰، ۲/۴۹۷)

اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے کرامات ظاہر ہونے کا ثبوت:

اس آیت سے اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے کرامات کا ظاہر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت علامہ یافعی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”اولیاءِ کرام

رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے کرامات کا ظاہر ہونا عقلی طور پر ممکن اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ عقلی طور پر ممکن اس لئے ہے کہ ولی سے کرامت ظاہر کر دینا اللہ تعالٰی کی قدرت سے محال نہیں بلکہ یہ چیز ممکنات میں سے ہے، جیسے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معجزات ظاہر کر دینا۔ یہ اہلسنّت کے کامل اولیاءِ کرام، اصولِ فقہ کے بڑے بڑے علماءِ، فقہاء اور محدثین کا مذہب ہے۔ مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں ان کی کتابوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے۔ پھر اہلسنّت کے جمہور محقق آئمہ کے نزدیک صحیح، ثابت اور مختار قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے معجزے کے طور پر جائز ہے وہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے کرامت کے طور پر جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس سے نبوت والا چیلنج (Challenge) کرنا مقصود نہ ہو۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت ولی سے۔ معجزے کے ذریعے کفار کو چیلنج کیا جاتا ہے جبکہ ولی کو بغیر ضرورت کرامت ظاہر کرنا منع ہے۔ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم سے کرامات ثابت ہونے پر قرآنِ پاک اور بکثرت اَحادیثِ مبارکہ میں دلائل موجود ہیں۔ قرآن پاک میں موجود حضرت مریم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُا کے پاس بے موسم کے پھل آنے والا واقعہ۔ حضرت مریم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُا کے کھجور کے سوکھے ہوئے تنے کو ہلانے پر پکی ہوئی عمدہ اور تازہ کھجوریں گرنے والا واقعہ۔ اصحابِ کہف رَضِیَ اللہ

تَعَالٰی عَنْہُم کا غار میں سینکڑوں سال تک سوئے رہنے والا واقعہ اور حضرت آصف بن برخیا رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کا پلک جھپکنے سے پہلے تخت لانے والا واقعہ ولی سے کرامات ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔اسی طرح صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم سے بے شمار کرامتوں کا ظہور بھی ولی سے کرامت ظاہر ہونے کو ثابت کرتا ہے۔(روض الریاحین، الفصل الثانی فی اثبات کرامات الاولیاء رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم، ص۳۸-۳۷، ملخصًا)

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ(80)

ترجمہ: بیشک تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ تم بہروں کو پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ دے کر پھر رہے ہوں۔

{اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى: بیشک تم مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔} علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی جن لوگوں کے دل مردہ ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے اور وہ لوگ کفار ہیں۔(خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۸۰، ۳/ ۴۱۹) اور ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَةُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ’’اس آیت میں کفار کو زندہ ہونے اور حواس درست ہونے کے باوجود مُردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔(مدارک، النمل، تحت الآیۃ: ۸۰، ص ۸۵۶)

آیت ’’اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى‘‘ سے مُردوں کے نہ سننے پر اِستدلال کرنے والوں کا

رد:

بعض حضرات اس آیت سے مُردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں، ان کا استدلال غلط ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کفار کو مُردہ فرمایا گیا اور اُن سے بھی مُطلَقاً ہر کلام سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ وعظ و نصیحت اور کلامِ ہدایت قبول کرنے کیلئے سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

حضرت ملا علی قاری رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''مردوں سے مراد کفار ہیں اور (یہاں) مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سننا نفع بخش نہیں ہوتا۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، باب حکم الاسرائ، الفصل الاول، ۷/۵۱۹، تحت الحدیث: ۳۹۶۷)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں سننے کی نفی نہیں بلکہ سنانے کی نفی ہے اور اگر سننے کی نفی مان لی جائے تو یہاں یقیناً ''سننا'' قبول کرنے کے لئے سننے اور نفع بخش سننے کے معنی میں ہے۔ باپ اپنے عاقل بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیۂ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ''ہدایت'' شاہد کہ کفار سے نفع اٹھانے ہی کی نفی ہے نہ کہ اصل سننے کی نفی۔ خود اسی آیۂ کریمہ ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى'' کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے: ''اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا

فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ" تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں ۔ اور پُر ظاہر کہ وعظ و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی دنیا کی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل، قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام، تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح مردوں کو وعظ سے کوئی فائدہ نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔

(فتاویٰ رضویہ، ۹/۷۰۱، ملخصاً)

مُردوں کے سننے کا ثبوت:

کثیر اَحادیث سے مُردوں کا سننا ثابت ہے، یہاں ہم بخاری شریف اور مسلم شریف سے دو اَحادیث ذکر کرتے ہیں جن میں مردوں کے سننے کا ذکر ہے۔ چنانچہ

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں تو بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال، ۱/۴۵۰، الحدیث: ۱۳۳۸)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ” رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیں کفارِ بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں، جہاں جہاں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کے حکم سے ان کی لاشیں ایک کنویں میں بھر دی گئیں۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں تشریف لے گئے اور ان کفار کو ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: جو سچا وعدہ خدا اور رسول نے تمہیں دیا تھا وہ تم نے بھی پالیا؟ کیونکہ جو حق وعدہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا، میں نے تو اسے پالیا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ان جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ ارشاد فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے کچھ زیادہ نہیں سنتے لیکن انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔ (مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ۔۔۔ الخ، ص۱۵۳۶، الحدیث: ۷۶(۲۸۷۳))

نوٹ: مُردوں کے سننے سے متعلق مسئلے کی مزید تفصیل جاننے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 9ویں جلد میں موجود رسالہ ”حَیَاتُ الْمَوَاتِ فِیْ بَیَانِ سَمَاعِ الْاَمْوَاتِ“ (مردوں کی سماعت کے بیان میں مفید رسالہ) کا مطالعہ فرمائیں۔

سورۃ اَلْقَصَص

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُۚ-وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ(56)

ترجمہ: بیشک ایسا نہیں ہے کہ تم جسے چاہو اسے اپنی طرف سے ہدایت دیدو

لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیدیتا ہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس آیت کا شانِ نزول یوں مذکور ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے چچا (ابو طالب) سے اس کی موت کے وقت فرمایا: اے چچا! ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہو، میں تمہارے لئے قیامت کے دن گواہ ہوں گا۔ اس نے (صاف انکار کر دیا اور) کہا: اگر مجھے قریش کی طرف سے عیب لگائے جانے کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا ہے) تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ (خازن، القصص، تحت الآیۃ: ۵۶، ۳/۴۳۷، تفسیر کبیر، القصص، تحت الآیۃ: ۵۶، ۹/۵، ملتقطاً) اور ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ اپنے چچا کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کریں، آپ اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں ایمان کا نور پیدا کرنا یہ آپ کا فعل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا اور کسے اس سے محروم رکھے گا۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی صحۃ اسلام من حضرہ الموت۔۔۔ الخ، ص ۳۴، الحدیث: ۴۲-۴۱(۲۵))

ابو طالب کے ایمان سے متعلق اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تحقیق:

اعلیٰ حضرت ، مُجَدِّدِ دین وملت شاہ امام احمد رضاخان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن ابو طالب کے ایمان سے متعلق پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں :اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سیّد المرسَلین ، سیّد الاوّلین والاٰخِرین، سیّد الابرار صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلٰی یَوْمِ الْقَرار کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں مصروف رہے۔ اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالَم حضور کا دشمنِ جاں ہوگیا تھا اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبیوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑدینا قبول کیا، کوئی دقیقہ غمگساری وجاں نثاری کا نامَرعی نہ رکھا (یعنی ہر لمحے غمگساری اور جاں نثاری کی)، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسَلین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اللہ کے سچے رسول ہیں، ان پر ایمان لانے میں جنت اَبدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے، بنوہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تصدیق کرو فلاح پاؤ گے، نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور اُن میں براہِ فراست وہ اُمور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے (بلکہ) بعدِ بعثت شریف ان کا ظہور ہوا، یہ سب احوال مطالعۂ اَحادیث و مُراجعتِ کتبِ سِیَر (یعنی سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے) سے ظاہر۔ مگر مُجرَّدِ اِن اُمور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔ کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیدنا عباس بلکہ ظاہراً سیدنا حمزہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی

عَنۡہُمَا سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاَعمام حضور افضل الاَنام عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفۡضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَام (یعنی تمام انسانوں سے افضل حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے سب سے افضل چچا) کہلائے جاتے ۔ تقدیرِ الٰہی نے بر بنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، انہیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ میں شمار کیا جانا منظور نہ فرمایا۔ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ۔ (تو اے عقل رکھنے والو! ان کے حال سے عبرت حاصل کرو) صرف معرفت گو کیسی ہی کمال کے ساتھ ہو ایمان نہیں ۔

(فتاویٰ رضویہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ۲۹/۶۶۱)

مزید فرماتے ہیں: ’’آیاتِ قرآنیہ و اَحادیثِ صحیحہ، مُتوافرہ، مُتظافرہ (یعنی بکثرت صحیح احادیث) سے ابو طالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں ایمان لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سنی کو مجالِ دم زدن نہیں ۔ (فتاویٰ رضویہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ۲۹/۶۵۸-۶۵۷)

نوٹ: ابو طالب کے ایمان نہ لانے سے متعلق تفصیلی دلائل کی معلومات کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 29ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کا رسالہ ’’شَرۡحُ الۡمَطَالِبِ فِیۡ مَبۡحَثِ اَبِیۡ طَالِب‘‘ (ابو طالب کے ایمان سے متعلق بحث) کا مطالعہ کریں۔

سورۃ لُقمان

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ-وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ-وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ-وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ-وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ(34)

ترجمہ: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہ بارش اتارتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بیشک اللہ علم والا، خبردار ہے۔

{اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ: بیشک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔} شانِ نزول: یہ آیت حارث بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، مجھے خبر دیجئے کہ بارش کب آئے گی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے، لڑکا یا لڑکی؟ نیز یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، البتہ مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل کو میں کیا کروں گا؟ نیز میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا، لیکن مجھے یہ بتائیے کہ میں کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ

آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ (روح البیان، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۴، ۷/۱۰۳)

آیت ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' سے متعلق اہم کلام:

اس آیت میں پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی اور مخلوق کو علمِ غیب عطا کئے جانے کے بارے میں سورۂ جن کی آیت نمبر 26 اور 27 میں ارشاد ہوا:

"عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ"

ترجمۂ کنزُالعِرفان: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مکمل اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

علوم خمسہ اور عقیدہ اہلسنت

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ علمِ غیب آیت میں مذکور پانچ چیزوں سے متعلق ہو یا کسی اور چیز کے بارے میں، ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے بتا دینے سے مخلوق بھی غیب جان سکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معجزہ اور کرامت کے طور پر عطا ہوتا ہے، یہ اس اِختصاص کے مُنافی نہیں جو آیت میں بیان ہوا بلکہ اس پر کثیر آیتیں

اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں ، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے گا اور کہاں مرے گا ان اُمور کی خبریں اَنبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اَولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ نے بکثرت دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں ، جیسے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں ، تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں (حمل کی جمع) میں کیا ہے اور ان حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے ، تو اس آیت کے معنی قطعًا یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی مراد لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا، محض باطل اور صدہا آیات و اَحادیث کے خلاف ہے۔

نوٹ: اس آیت اور اس جیسی دیگر آیات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 26 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا رسالہ ’’اَلصَّمْصَامُ عَلٰی مُشَکِّكٍ فِیْ آیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَامِ‘‘ (علومِ اَرحام سے تعلق رکھنے والی آیتوں سے متعلق کلام) کا مطالعہ فرمائیں۔

سورۃ الاحزاب

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (36)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو وہ بیشک صریح گمراہی میں بھٹک گیا۔

{وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ ۔} شانِ نزول: مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو خرید کر آزاد فرمایا اور انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ حضرت زینب بنتِ جحش رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا جو حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی پھوپھی امیمہ بنتِ عبد المطّلب کی بیٹی تھیں، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں حضرت زید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح کا پیغام دیا، شروع میں تو یہ اس گمان سے راضی ہوگئیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے لئے پیغام دیا ہے لیکن جب

معلوم ہوا کہ حضرت زید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے رشتہ طلب فرمایا ہے تو انکار کر دیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں اس لئے ایسے شخص کے ساتھ نکاح پسند نہیں کرتی۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا۔ اس پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور اسے سن کر دونوں بہن بھائی راضی ہو گئے اور حضرت زینب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کا حضرت زید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے نکاح ہو گیا۔ (قرطبی، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۶، ۷/۱۳۶-۱۳۷، الجزء الرابع عشر، خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۶، ۳/۵۰۱، ملتقطاً)

آیت ”وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...آدمی پر رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اطاعت ہر حکم میں واجب ہے۔

(2)...حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مقابلے میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس آیت کا شانِ نزول لکھنے کے بعد فرماتے ہیں "ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے خصوصاً جبکہ وہ اس کا کُفو (یعنی ہم پلہ) نہ ہو خصوصاً جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کَوَاکبِ ثریا (یعنی ثریا ستاروں) سے بھی بلند و بالاتر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا دیا

ہوا پیام نہ ماننے پر رَبُّ الْعِزَّۃ جَلَّ جَلَالُہٗ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرضِ الٰہ (یعنی اللہ تعالیٰ کے فرض) کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نامِ اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرضِ قطعی ہوگئی، مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائے گا، دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہوجاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح و جائز امر تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، رسالہ: منیۃ اللبیب انّ التشریع بید الحبیب، ۳۰/۵۱۸-۵۱۷)

(3)...نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم اور آپ کے مشورے میں فرق ہے، حکم پر سب کو سر جھکانا پڑے گا اور مشورہ قبول کرنے یا نہ کرنے کا حق ہوگا۔ اسی لئے یہاں: ''اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا '' ''یعنی جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں۔'' فرمایا گیا اور دوسری جگہ ارشاد ہوا: ''وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ '' (اٰل عمران:۱۵۹) ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مختار کل ہیں:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی عطا سے شرعی احکام میں خود مختار ہیں۔ آپ جسے جو چاہے حکم دے سکتے ہیں، جس کے لئے جو چیز چاہے جائز یا ناجائز کرسکتے ہیں اور جسے جس حکم سے چاہے الگ فرما سکتے ہیں۔ کثیر صحیح

اَحادیث میں اس کے شواہد موجود ہیں، یہاں ان میں سے 6 اَحادیث درج ذیل ہیں،

(1)...جب حرمِ مکہ کی نباتات کو کاٹنا حرام فرمایا گیا تو حضرت عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے عرض کرنے پر اذخر گھاس کاٹنے کو حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جائز فرما دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرام فرمایا ہے، پس یہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوا اور نہ کسی کے لئے میرے بعد حلال ہو گا، میرے لئے بھی دن کی ایک ساعت حلال ہوا، نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے، نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار بھڑکایا جائے اور اعلان کرنے کے علاوہ اس کی گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے ۔ حضرت عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی :اِذخر کے سوا کیونکہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے ۔ ارشاد فرمایا ”چلو اِذخر کے سوا (دوسری گھاس نہ اکھاڑی جائے ۔)(بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، ۱/۴۵۳، الحدیث: ۱۳۴۹)

(2)... حضرت ابوبردہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے چھ مہینے کے بکری کے بچے کی قربانی کر لینا جائز کر دیا۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ان کے ماموں حضرت ابوبردہ بن نیار رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تھی، جب انہیں معلوم ہوا یہ کافی نہیں تو عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، وہ تو میں کر چکا، اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔

ارشاد فرمایا: ''اِس کی جگہ اُسے کر دو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔ (بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر الی العید، ۱/۳۳۲، الحدیث: ۹۶۸)

(3)... حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کو ایک گھر کے مُردے پر بَین کر کے رونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت اُمِّ عطیہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں (جب عورتوں کی بیعت سے متعلق آیت اتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ، اور مردے پر بین کر کے رونا چیخنا بھی گناہ تھا) میں نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، فلاں گھر والوں کا اِستثناء فرما دیجئے کیونکہ انہوں نے زمانۂ جاہلیّت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اچھا وہ مُستثنیٰ کر دیئے۔'' (مسلم، کتاب الجنائز، باب التشدید فی النیاحۃ، ص ۴۶۶، الحدیث: ۳۳(۹۳۷))

(4)... حضرت اسماء بنت عمیس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کو وفات کی عدت کے عام حکم سے الگ فرما دیا اور ان کی عدت چار مہینے دس دن کی بجائے تین دن مقرر فرما دی۔ چنانچہ حضرت اسماء بنت عُمیس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: جب حضرت جعفر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ شہید ہو گئے تو سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے حکم دیا: تم تین دن تک (سنگار سے) رکی رہو، پھر جو چاہو کرو۔ (معجم الکبیر، اسماء بنت عمیس الخثعمیۃ من المہاجرات، عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن اسماء، ۲۴/۱۳۹، الحدیث: ۳۶۹)

(5)...ایک شخص کے لئے قرآن مجید کی سورت سکھا دینا مہر مقرر فرما دیا۔چنانچہ حضرت ابو نعمان ازدی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس سے ارشاد فرمایا: مہر دو۔اس نے عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں ۔ارشاد فرمایا: کیا تجھے قرآنِ عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورت سکھانا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں ۔(شرح الزرقانی، الفصل الرابع فیما اختص بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل والکرامات، ۷/۳۵۶، مختصراً)

نوٹ: یادرہے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت سکھانا یا کوئی پارہ زبانی یادکر کے عورت کو سنادینا اس کا شرعی مہر نہیں ہو سکتا اگر چہ عورت اس کا تقاضا کرے اور اگر عورت کے مطالبے پر شوہر نے ایسا کر دیا تو وہ مہر کی ادائیگی سے بری الذّمہ نہ ہو گا، اگر عقدِ نکاح میں اس چیز کا تَعَیُّن نہیں ہوا جو مہر بن سکتی ہے تو شوہر پر مہرِ مثل دینا لازم ہو گا، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے یوں کہے: اگر تم مجھے فلاں پارہ یا سورت یاد کر کے سنادو تو میرا مہر تجھے معاف ہے، تو یہ جائز ہے۔

(6)... حضرت خزیمہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کی گواہی ہمیشہ کے لئے دو مَردوں کی گواہی کے برابر فرمادی۔چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ تیرے لئے خرابی ہو، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی کوئی نہیں دیتا کیونکہ

کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں حضرت خزیمہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ بارگاہ میں حاضر ہوئے اور گفتگو سن کر بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھ گھوڑا بیچا ہے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم تو موقع پر موجود ہی نہیں تھے، پھر تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ''میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا ہوں اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے، میں آسمان وزمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں گا۔ اس کے انعام میں حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مَرد کی گواہی کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا: ''خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضَرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی گواہی کافی ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الاقضیۃ، باب اذا علم الحاکم صدق الشاہد الواحد۔۔۔ الخ، ۳/۴۳۱، الحدیث: ۳۶۰۷، معجم الکبیر، خزیمۃ بن ثابت الانصاری۔۔۔ الخ، عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت عن ابیہ، ۴/۸۷، الحدیث: ۳۷۳۰)

نوٹ: شرعی احکام میں سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اختیارات سے متعلق بہترین معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 30 ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالے '' مُنْیَۃُ اللَّبِیْب اَنَّ التَّشْرِیْعَ بِیَدِ الْحَبِیْب '' (بیشک شرعی احکام اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اختیار میں ہیں)

کا مطالعہ فرمائیں۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ (38)

ترجمہ: نبی پر اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔ اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے، اور اللہ کا ہر کام مقرر کی ہوئی تقدیر ہے۔

{مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ: نبی پر اس بات میں کوئی حرج نہیں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی۔} ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لئے جو حلال فرمایا اور انہیں منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ کی طلاق یافتہ بیوی سے نکاح کرنے کا جو حکم دیا اس پر عمل کرنے میں میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کوئی حرج نہیں اور زیادہ شادیاں کرنا کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے تشریف لانے والے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ ان کے نکاح کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا اور انہیں نکاح کے معاملے میں امتیوں سے زیادہ وسعت عطا فرمائی اور اس سلسلے میں انہیں خاص احکام دیئے ہیں۔ (ابن کثیر، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۸، ۶/۳۸۰، روح البیان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۳۸، ۷/۱۸۲، ملتقطاً)

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا زیادہ شادیاں فرمانا مِنہاجِ نبوت کے عین مطابق تھا:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام امت کو یہ بتا دیا کہ اس نے پچھلے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرح اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر بھی نکاح کے معاملے میں وسعت فرمائی اور انہیں کثیر عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے ۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا کثیر خواتین سے شادیاں فرمانا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خاص اجازت سے تھا اور آپ کا یہ عمل انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دستور کے بر خلاف نہیں بلکہ اس کے عین مطابق تھا کیونکہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے متعدّد انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھی ایک سے زیادہ شادیاں کی تھیں ،قرآن مجید کے علاوہ بائبل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے ،چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تین شادیاں فرمائیں ،آپ کی پہلی بیوی کے بارے بائبل میں ہے ''اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام جو ہاجرہ سے پیدا ہوا اسمٰعیل رکھا اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسمٰعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیاسی برس کا تھا۔(بائبل، پیدایش، باب۱۶، آیت نمبر:۱۵-۱۶، ص۱۶)

آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دوسری بیوی سے اولاد کے بارے بائبل میں ہے ''موسمِ بہار میں مُعَیَّن وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہو گا۔(بائبل، پیدایش، باب ۱۸، آیت نمبر: ۱۴، ص۱۷)آپ کی تیسری بیوی اور ان سے

ہونے والی اولاد کے بارے بائبل میں ہے ”اور ابرہام نے پھر ایک اور بیوی کی جس کا نام قطورہ تھا اور اس سے زمران اور یقسان اور مدان اور مدیان اور اسباق اور سوخ پیدا ہوئے۔ (بائبل، پیدائش، باب ۲۵، آیت نمبر:۱-۲، ص ۲۴)

حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چار شادیاں فرمائی تھیں، آپ کی پہلی زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ”تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا۔ (بائبل، پیدائش، باب ۲۹، آیت نمبر:۲۲-۲۳، ص ۳۰)

دوسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ”اور لابن نے اپنی لونڈی زِلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ (بائبل، پیدائش، باب ۲۹، آیت نمبر:۲۴، ص ۳۰)

تیسری زوجہ کے بارے بائبل میں ہے ”یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا، تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی۔ (بائبل، پیدائش، باب ۲۹، آیت نمبر:۲۸، ص ۳۰)

چوتھی زوجہ بلہاہ کے بارے بائبل میں ہے ”اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کو دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ (بائبل، پیدائش، باب ۲۹، آیت نمبر:۲۹، ص ۳۰)

حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے بائبل میں ہے ”اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ (بائبل، ۱-سلاطین، باب ۱۱،

آیت نمبر:۳، ص ۳۴۰)

مذکورہ بالا تمام اَنبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وہ ہیں جن پر یہودی اور عیسائی ایمان رکھتے ہیں ، تو جس طرح ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی بنا پر ان انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تَقَدُّس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح اس عمل کی وجہ سے حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تقدس اور آپ کی عظمت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی، یونہی اگر ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی وجہ سے ان محترم اور مکرم ہستیوں پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا تو تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک سے زیادہ شادیوں پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

کثرتِ اَزواج کا ایک اہم مقصد:

یاد رہے کہ سیّد المرسَلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا مَعَاذَاللہ تسکینِ نفس کے لئے ہرگز نہیں تھا کیونکہ اگر آپ کی شخصیت میں اس کا ادنیٰ سا شائبہ بھی موجود ہوتا تو آپ کے دشمنوں کو اس سے بہتر اور کوئی حربہ ہاتھ نہیں آسکتا تھا جس کے ذریعے وہ آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے، آپ کے دشمن جادوگر، شاعر، مجنون وغیرہ الزامات تو آپ پر لگاتے رہے، لیکن کسی سخت سے سخت دشمن کو بھی ایسا حرف زبان پر لانے کی جرأت نہ ہوئی جس کا تعلق جذباتی بے راہ روی سے ہو۔ اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی زندگی کے ابتدائی 25 سال انتہائی عفت اور پاکبازی کے ساتھ گزارے اور

پچیس سال کے بعد جب نکاح فرمایا تو ہم عمر خاتون سے نکاح میں دشواری نہ ہونے کے باوجود ایک ایسی خاتون کو شرفِ زوجیت سے سرفراز فرمایا جو عمر میں آپ سے 15 سال بڑی تھیں اور آپ سے پہلے دو شوہروں کی بیوی رہ چکی تھیں ،اولاد والی بھی تھیں اور نکاح کا پیغام بھی اس خاتون نے خود بھیجا تھا، پھر نکاح کے بعد پچاس سال کی عمر تک انہی کے ساتھ رہنے پر اِکتفا کیا اور اس دوران کسی اور رفیقۂ حیات کی خواہش تک نہ فرمائی اور جب حضرت خدیجہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کے انتقال کے بعد آپ نے نکاح فرمایا تو کسی نوجوان خاتون سے نہیں بلکہ حضرت سودہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح فرمایا جو عمر کے لحاظ سے بوڑھی تھیں ۔یونہی اعلانِ نبوت کے بعد جب کفار کی طرف سے حسین ترین عورتوں سے شادی کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اسے ٹھکرا دیا، نیز آپ نے جتنی خواتین کو زوجیت کا شرف عطا فرمایا ان میں صرف ایک خاتون اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کنواری تھیں بقیہ بیوہ یا طلاق یافتہ تھیں، یہ تمام شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک سے زیادہ شادیاں فرمانا تسکینِ نفس کے لئے ہرگز ہرگز نہ تھا، بلکہ آپ کے اس طرزِ عمل پر انصاف کی نظر سے غور کیا جائے تو ہر انصاف پسند آدمی پر یہ واضح ہو جائے گا کہ کثیر شادیوں کے پیچھے بے شمار ایسی حکمتیں اور مقاصد پوشیدہ تھے جن کا متعدّد شادیوں کے بغیر پورا ہونا مشکل ترین تھا، یہاں اس کا ایک مقصد ملاحظہ ہو۔

خواتین اس امت کا نصف حصہ ہیں اور انسانی زندگی کے ان گنت مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ہے اور فطرتی طور پر عورت اپنی نسوانی زندگی سے متعلق مسائل پر غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی ہے ،اسی طرح شرم وحیا کی وجہ سے عورتیں ازدواجی زندگی ،حیض ،نفاس اور جنابت وغیرہ سے متعلق مسائل کھل کر رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش نہ کر سکتی تھیں اور حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اپنا حال یہ تھا کہ آپ کنواری عورت سے بھی زیادہ شرم وحیا فرمایا کرتے تھے ۔ان حالات کی بنا پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین، فطین، دیانت دار اور متقی ہوں تاکہ عورتوں کے مسائل سے متعلق جو احکامات اور تعلیمات لے کر نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مبعوث ہوئے تھے انہیں ان کے ذریعے امت کی عورتوں تک پہنچایا جائے ،وہ مسائل عورتوں کو سمجھائے جائیں اور ان مسائل پر عمل کر کے دکھایا جائے اور یہ کام صرف وہی خواتین کر سکتی تھیں جو حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ازدواجی رشتے میں منسلک ہوں اور ہجرت کے بعد چونکہ مسلمانوں کی تعداد میں اس تیزی کے ساتھ اضافہ ہونا شروع ہوا کہ کچھ ہی عرصے میں ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ،اس لئے ایک زوجہ سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ تنہا ان ذمہ داریوں کو سرانجام دے سکیں گی۔

ایک امتی کی ذمہ داری:

یہاں حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شادیوں سے متعلق جو کلام ذکر کیا اس سے مقصود کفار کی طرف سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت کے اس پہلو پر کئے جانے والے اعتراضات کو ذہنوں سے صاف کرنا تھا اور آج کے زمانے میں چونکہ فحاشی، عریانی اور بے حیائی عام ہے اور زیادہ شادیوں اور کم عمر عورت سے شادی کو معاشرے میں غلط نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اس لئے ہر امتی کی یہ اہم ترین ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ازدواجی زندگی کے ان پہلوؤں پر غور و فکر نہ کرے اور اس حوالے سے دماغ میں آنے والے وسوسوں کو یہ کہہ کر جھٹک دے کہ میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا امتی ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ آپ کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا، لہٰذا میں شیطان کے وسوسوں پر کسی صورت کان نہیں دھر سکتا۔ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے ورنہ اس بارے میں غور و فکر ایمان کے لئے شدید خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا(40)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

{ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں۔} جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت زینب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھَا سے نکاح فرمالیا تو کفار اور منافقین یہ کہنے لگے کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے !اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تم میں سے کسی کے باپ نہیں تو حضرت زید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی۔ یاد رہے کہ حضرت قاسم، طیب، طاہر اور ابراہیم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حقیقی فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انہیں رجال یعنی مرد کہا جائے کیونکہ وہ بچپن میں ہی وفات پاگئے تھے۔ (آیت میں مذکر اولاد کی نفی نہیں بلکہ رجال یعنی بڑی عمر کے مردوں میں سے کسی کے باپ ہونے کی نفی ہے۔) (خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۵۰۳، جلالین، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ص۳۵۵، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۹۴۳، ملتقطاً)

{وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ: لیکن اللہ کے رسول ہیں۔} آیت کے شروع کے حصہ میں فرمایا کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن جیسے جسمانی باپ ہوتا ہے ایسے ہی روحانی باپ بھی ہوتا ہے تو فرمادیا کہ اگرچہ یہ مردوں میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی اللہ کے رسول ہیں تو آیت کے اِس حصے سے مراد یہ ہوا کہ تمام رسول امت کو نصیحت کرنے، ان پر شفقت فرمانے، یونہی

امت پر ان کی تعظیم و توقیر اور اطاعت لازم ہونے کے اعتبار سے اُمت کے باپ کہلاتے ہیں بلکہ اُن کے حقوق حقیقی باپ کے حقوق سے بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امت ان کی حقیقی اولاد بن گئی اور حقیقی اولاد کے تمام احکام اس کے لئے ثابت ہوگئے بلکہ وہ صرف ان ہی چیزوں کے اعتبار سے امت کے باپ ہیں جن کا ذکر ہوا اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی چونکہ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور حضرت زید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ ان کی حقیقی اولاد نہیں، تو ان کے بارے میں بھی وہی حکم ہے جو دوسرے لوگوں کے بارے میں ہے۔ (خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۵۰۳، مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ص ۹۴۳، ملتقطاً)

{وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ: اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں۔} یعنی محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آخری نبی ہیں کہ اب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نبوت آپ پر ختم ہوگئی ہے اور آپ کی نبوت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی حتّٰی کہ جب حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے تو اگرچہ نبوت پہلے پاچکے ہیں مگر نزول کے بعد نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی شریعت پر حکم کریں گے اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ (خازن، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۰، ۳/۵۰۳)

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخری نبی ہونا قطعی ہے:

یاد رہے کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخری نبی ہونا قطعی ہے اور یہ قطعیَّت قرآن و حدیث و اِجماعِ امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید کی صریح آیت بھی موجود ہے اور اَحادیث تَواتُر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں اور امت کا اِجماعِ قطعی بھی ہے، ان سب سے ثابت ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ جو حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کے بعد کسی اور کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ ختمِ نبوت کا منکر، کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ماننا، اللہ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی کو اَحد، صَمد، لَا شَرِیْكَ لَہٗ (یعنی ایک، بے نیاز اور اس کا کوئی شریک نہ ہونا) جاننا فرضِ اوّل و مَناطِ ایمان ہے، یونہی مُحَمَّدٌ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبیٔ جدید کی بِعثَت کو یقینا محال و باطل جاننا فرضِ اَجل و جزءِ اِیقان ہے۔ ''وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' نصِ قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شاک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً کافر ملعون مُخَلَّد فِی النِّیران (یعنی ہمیشہ کے لئے جہنمی) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک و تَرَدُّد کو راہ دے وہ بھی کافر بَیِّنُ الْکَافِرِ جَلِیُّ الْکُفْرَانِ (یعنی واضح کافر اور اس کا کفر روشن)

ہے۔(فتاویٰ رضویہ، رسالہ: جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ، ۱۵/ ۶۳۰)

ختمِ نبوت سے کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

یہاں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آخری نبی ہونے سے متعلق 10 اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت حسین و جمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی؟ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا میں (قصرِ نبوت کی) وہ اینٹ ہوں اور میں خَاتَمَ النَّبِیّٖن ہوں۔(مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، ص۱۲۵۵، الحدیث: ۲۲(۲۲۸۶))

(2)... حضرت ثوبان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔(اور اس حدیث کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ) عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خَاتَمَ النَّبِیّٖن ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(ابوداوٗد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلہا، ۴/ ۱۳۲، الحدیث: ۴۲۵۲)

(3)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”مجھے چھ وجوہ سے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر فضیلت دی گئی ہے۔(1) مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔ (2) رعب سے میری مدد کی گئی ہے۔(3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے۔(4) تمام روئے زمین کو میرے لیے طہارت اور نماز کی جگہ بنا دیا گیا ہے۔(5) مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہے۔ (6) اور مجھ پر نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کیا گیا ہے۔(مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ص۲۶۶، الحدیث:۵(۵۲۳))

(4)... حضرت جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بیشک میرے متعدّد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔(ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۳۸۲/۴، الحدیث:۲۸۴۹)

(5)... حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا، میں تمام پیغمبروں کا خاتَم ہوں اور یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلی شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور یہ بات فخر کے طور

پر ارشاد نہیں فرماتا۔(معجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ:احمد،۱/۶۳، الحدیث:۱۷۰)

(6)... حضرت عرباض بن ساریہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک میں اللہ تعالیٰ کے حضور لوحِ محفوظ میں خَاتَمَ النَّبِیّٖن (لکھا) تھا جب حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔(مسند امام احمد، مسند الشامیین، حدیث العرباض بن ساریۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم،۶/ ۸۷، الحدیث:۱۷۱۶۳)

(7)... حضرت انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک رسالت اور نبوت ختم ہوگئی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی۔(ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ذہبت النبوّۃ وبقیت المبشّرات،۴/ ۱۲۱، الحدیث:۲۲۷۹)

(8)... حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے ارشاد فرمایا: ''اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ''(مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علیّ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص۱۳۱۰، الحدیث:۳۱(۲۴۰۴)) یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب اپنے رب سے

کلام کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے، ہاں یہ فرق ہے کہ حضرت ہارون عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی تھے جبکہ میری تشریف آوری کے بعد دوسرے کے لئے نبوت نہیں اس لئے تم نبی نہیں ہو۔

(9)... حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دو کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور آپ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن تھے۔ (ترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، باب ذہبت النبوّۃ وبقیت المبشّرات، ۴/۱۲۱، الحدیث: ۲۲۷۹)

(10)... حضرت ابو امامہ باہلی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں، لہٰذا تم اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھو، اپنے مہینے کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی خوش دلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرو، اپنے حُکّام کی اطاعت کرو (اور) اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (معجم الکبیر، صدی بن العجلان ابو امامۃ الباہلی۔۔۔ الخ، محمد بن زیاد الالہانی عن ابی امامۃ، ۸/۱۱۵، الحدیث: ۷۵۳۵)

نوٹ: حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ختمِ نبوت کے دلائل اور مُنکروں کے رد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے فتاویٰ رضویہ کی 14 ویں جلد میں موجود رسالہ ”اَلْمُبِیْن خَتْمُ النَّبِیِّیْن“ (حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آخری نبی ہونے کے دلائل)

اور 15ویں جلد میں موجود رسالہ ''جَزَاءُ اللهِ عَدُوَّهٗ بِإِبَائِهٖ خَتْمَ النُّبُوَّةِ'' (ختم نبوت کا انکار کرنے والوں کا رد) مطالعہ فرمائیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (45) وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا (46)

ترجمہ: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا۔

{يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا: اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا۔} آیت کے اس حصے میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک وصف بیان فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔ شاہد کا ایک معنی ہے حاضر و ناظر یعنی مشاہدہ فرمانے والا اور ایک معنی ہے گواہ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شاہد کا ترجمہ ''حاضر ناظر'' فرمایا ہے، اس کے بارے میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفرداتِ راغب میں ہے ''اَلشُّهُوْدُ وَ الشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ'' یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ۔ (خزائن العرفان، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ص ۷۸۴)

اگر اس کا معنی "گواہ" کیا جائے تو بھی مطلب وہی بنے گا جو اعلیٰ حضرت رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ترجمے میں لکھا، کیونکہ گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چونکہ تمام عالَم کی طرف مبعوث فرمائے گئے ہیں اور آپ کی رسالت عامہ ہے، جیسا کہ سورہِ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا کہ

" تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا "(فرقان:۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہ (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان والوں کو ڈر سنانے والا ہو۔

اس لئے حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قیامت تک ہونے والی ساری مخلوق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال، افعال، احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت اور گمراہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (ابو سعود، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ۴/۳۲۵، جمل، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ۶/۱۸۰، ملتقطاً)

حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حاضر و ناظر ہیں:

اہلسنّت کا یہ عقیدہ ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی عطا سے حاضر و ناظر ہیں اور یہ عقیدہ آیات، اَحادیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال سے ثابت ہے، یہاں

پہلے ہم حاضر و ناظر کے لغوی اور شرعی معنی بیان کرتے ہیں ،اس کے بعد ایک آیت ،ایک حدیث اور بزرگانِ دین کے اَقوال میں سے ایک شخصیت کا قول ذکر کریں گے ،چنانچہ حاضر کے لغوی معنی ہیں سامنے موجود ہونا یعنی غائب نہ ہونا اور ناظر کے کئی معنی ہیں جیسے دیکھنے والا، آنکھ کا تل، نظر، ناک کی رگ اور آنکھ کا پانی وغیرہ اور عالَم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قُدسی قوت والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالَم کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سنے یا ایک آن میں تمام عالَم کی سیر کرے اور سینکڑوں میل دور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے ۔یہ رفتار خواہ روحانی ہو یا جسمِ مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون ہے یا کسی جگہ موجود ہے۔ (جاء الحق، حاضر و ناظر کی بحث، ص۱۱۶، ملخصًا)

سورہِ اَحزاب کی آیت نمبر 6 میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' یعنی نبی کریم (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں ۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو قریب ہوتا ہے وہ حاضر بھی ہوتا ہے اور ناظر بھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے، لہٰذا میں ساری دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کا سب یوں دیکھ رہا ہوں

جیسے اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔(کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الاول فی فضائل سیدنا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، الفصل الثالث، ۱۸۹/۶، الحدیث:۳۱۹۶۸، الجزء الحادی عشر)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: (اہلِ حق میں سے) اس مسئلہ میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی حقیقی زندگی مبارکہ کے ساتھ دائم اور باقی ہیں اور امت کے احوال پر حاضر و ناظر ہیں اور حقیقت کے طلبگاروں کو اور ان حضرات کو جو آپ کی طرف متوجہ ہیں، ان کو فیض بھی پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت بھی فرماتے ہیں اور اس میں نہ تو مجاز کا شائبہ ہے نہ تاویل کا بلکہ تاویل کا وہم بھی نہیں۔(مکتوبات شیخ مع اخبار الاخیار، الرسالۃ الثامنۃ عشر سلوک اقرب السبل بالتوجّہ الی سیّد الرسل صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم، ص۱۵۵)

نوٹ: نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حاضر و ناظر ہونے سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے مفتی احمد یار خاں نعیمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ”جاءالحق“ اور اس مسئلے سے متعلق دیگر علماءِ اہلسنّت کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

کیا اللہ تعالٰی کو حاضر و ناظر کہہ سکتے ہیں؟

یاد رہے کہ اللہ تعالٰی کی عطا سے اس کے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو حاضر و ناظر ہیں جبکہ اللہ تعالٰی کو حاضر و ناظر نہیں کہہ سکتے کیونکہ حاضر و ناظر کے جو لغوی اور حقیقی معنی ہیں وہ اللہ تعالٰی کی شان کے لائق نہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ

فرماتے ہیں: حاضر و ناظر کا اِطلاق بھی باری عَزَّوَجَلَّ پر نہ کیا جائے گا۔ علماءِ کرام کو اس کے اطلاق میں یہاں تک حاجت ہوئی کہ اس (کا اطلاق کرنے والے) پر سے نفیٔ تکفیر فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الشتی، عروض وقوافی، ۲۹/۵۴)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں ''اُسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) حاضر و ناظر بھی نہیں کہہ سکتے، وہ شہید و بصیر ہے، حاضر و ناظر اس کی عطا سے اُس کے محبوب عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، عقائد وکلام ودینیات، ۲۹/۳۳۳)

{وَ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا: اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا۔} یہاں سیّد العالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دو اَوصاف بیان کئے گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو جہنم کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ (مدارک، الاحزاب، تحت الآیۃ: ۴۵، ص ۹۴۴)

سورۃ صٓ

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ(9)

ترجمہ: کیا ان کے پاس تمہارے عزت والے، بہت عطا فرمانے والے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟

{اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ: کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی

ہیں۔} یعنی اے حبیب! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، جو کفار آپ کی نبوت پر اعتراض کر رہے ہیں، کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں کہ جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں، وہ اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کی مالِکیّت کو نہیں جانتے، وہ عزت والا بہت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جسے جو چاہے عطا فرمائے اور اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نبوت عطا فرمائی تو کسی کو اس میں دخل دینے اور چوں چِرا کرنے کی کیا مجال ہے۔ (مدارک، ص، تحت الآیۃ: ۹، ص ۱۰۱۵، ملتقطاً)

اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس سعادت سے مشرف فرما دے، لیکن یہ یاد رہے کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ-وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا" (احزاب: ۴۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ

سب کچھ جاننے والا ہے۔

اور حضرت ثوبان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’عنقریب میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلہا، ۴/۱۳۲، الحدیث: ۴۲۵۲)

نوٹ: ختمِ نبوت سے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے سورۂ اَحزاب کی آیت نمبر40 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ الزُّمَر

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُؕ-وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَۘ-مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰىؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۬ؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ(3)

ترجمہ: سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور مددگار بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں:) ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے زیادہ نزدیک کردیں۔ اللہ ان کے

درمیان اس بات میں فیصلہ کر دے گا جس میں یہ اختلاف کر رہے ہیں بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بڑا ناشکرا ہو۔

{اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ: سن لو! خالص عبادت اللہ ہی کیلئے ہے۔} اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! سن لو کہ شرک سے خالص عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہی نہیں اور وہ بت پرست جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور معبود ٹھہرا لئے ہیں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں، وہ (اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود) کہتے ہیں کہ ہم تو ان بتوں کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ نزدیک کر دیں تو یہ سمجھنے والے جھوٹے اور ناشکرے ہیں یعنی جھوٹے تو اِس بات میں ہیں کہ بتوں کو خدا کا قرب دلانے والا سمجھتے ہیں اور ناشکرے اِس لئے ہیں کہ خدا کی نعمتیں کھا کر اور اس کو خالق مان کر پھر بھی شرک کرتے ہیں تو ان کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ توحید و شرک میں جو اختلاف ہے اس کا فیصلہ قیامت میں اللہ تعالیٰ ہی فرمائے گا اور وہ فیصلہ ایمان داروں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرنے کے ذریعے ہو گا۔

صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جانے والا عمل مقبول ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وہی عمل قابلِ قبول ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیا جائے، اسی طرح حضرت یزید رقاشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی

ہے، ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ہم شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنے اَموال دیتے ہیں، کیا ہمیں اس کا کوئی اجر ملے گا؟ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص اس کے لئے کیا جائے، پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ''۔ (در منثور، الزمر، تحت الآیۃ:۳، ۷/۲۱۱)

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو وسیلہ سمجھنا شرک نہیں:

یاد رہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنا شرک نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرنے کا قرآنِ پاک میں حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' (مائدہ:۳۵)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

البتہ جسے وسیلہ سمجھا جائے اسے معبود جاننا اور اس کی پوجا کرنا ضرور شرک ہے۔ یہ فرق سامنے رکھتے ہوئے اگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم کو اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھنے سے متعلق اہلِ حق کا

عقیدہ اور نظریّہ دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ ان کا یہ عقیدہ شرک ہرگز نہیں، کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم کو معبود نہیں مانتے اور نہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں بلکہ معبود صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں جبکہ انہیں صرف اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ مان کر اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے ہیں۔ آیت میں مشرکوں کی بتوں کو وسیلہ ماننے کی تردید دو وجہ سے ہے۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ وہ وسیلہ ماننے کے چکر میں بتوں کو خدا بھی مانتے تھے جیسا کہ ان کا اپنا قول آیت میں موجود ہے کہ ہم ان کی عبادت اِس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں۔ دوسرا ردِ اس وجہ سے ہے کہ وسیلہ ماننا اصل میں انہیں شفیع یعنی شفاعت کرنے والا ماننا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اجازت اَنبیاء واَولیاء وصُلحاء کو ہے نہ کہ بتوں کو، تو بتوں کو شفیع ماننا خدا پر جھوٹ ہے۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ(30)

ترجمہ: (اے حبیب!) بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔

{اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔} اس آیت میں ان کفار کا رد ہے جو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کا انتظار کیا کرتے تھے، انہیں فرمایا گیا کہ خود مرنے والے ہو کر دوسرے کی موت کا انتظار کرنا حماقت ہے۔ (جلالین مع صاوی، الزمر، تحت الآیۃ: ۳۰، ۵/۱۷۹۶)

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موت وحیات کے بارے اہلسنت کا عقیدہ:

کفار تو زندگی میں بھی مرے ہوئے ہیں اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی موت ایک آن کے لئے ہوتی ہے پھر اُنہیں حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔ اس پر بہت سے شرعی دلائل قائم ہیں، ان میں سے دو یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)... حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسموں کو کھانا زمین پر حرام فرما دیا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۲۹۱، الحدیث: ۱۶۳۷)

(2)... حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان میں نماز پڑھتے ہیں۔ (مسند ابو یعلی، مسند انس بن مالک، ثابت البنانی عن انس، ۳/۲۱۶، الحدیث: ۳۴۱۲)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں:

اَنبیا کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات

مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ (34)

ترجمہ: ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں گے۔ یہ نیک بندوں کا صلہ ہے۔

{لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ: ان کیلئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہوگی جو یہ چاہیں گے۔} اس آیت میں متقی لوگوں کے اُخروی انعامات کو بیان کیا گیا ہے، چنانچہ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان متقی لوگوں کے لئے دنیا میں اچھے اعمال کرنے کے بدلے آخرت میں ہر وہ نفع ہے جو وہ چاہیں گے اور وہ ہر طرح کے نقصان سے محفوظ رہیں گے، نیک بندوں کا یہی صلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مُقَرَّب بندوں کو ملنے والی قدرت اور اختیار:

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض مقرب بندے ایسے ہیں جنہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ یہ قدرت و اختیار دیتا ہے کہ وہ جو چاہتے ہیں وہ ہوجاتا ہے جیسے صحیح بخاری کی حدیث ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’کیا میں تمہیں بتادوں کہ جنتی کون ہیں؟ ہر وہ کمزور اور گمنام آدمی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اسے سچا کردے۔ (بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، ۴/۱۱۸، الحدیث: ۶۰۷۱)

اور صحیح مسلم میں ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’بہت سے لوگ ایسے

ہیں کہ جن کے بال پَراگندہ ہیں، اور لوگ انہیں اپنے دروازوں سے دھتکار دیتے ہیں (لیکن ان کا مقام یہ ہوتا ہے کہ) اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے۔ (مسلم، کتاب البرّ والصّلۃ والآداب، باب فضل الضّعفاء والخاملین، ص ۱۴۱۲، الحدیث: ۱۳۸ (۲۶۲۲))

کیا اولیاء رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْھِم کیلئے اختیار تسلیم کرنا شرک ہے؟

یہاں ایک بڑی دلچسپ بات ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر اولیاء رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم کیلئے یہ فضیلت ثابت کریں کہ وہ جو چاہیں ہوجاتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے انہیں خدا بنا دیا، یا یہ تو خدا بنانے والی بات ہوگئی۔ ایسے لوگوں سے سوال ہے کہ جنت میں تو ہر جنتی کو یہ فضیلت حاصل ہوگی تو کیا جنت میں تمام لوگ خدا بن جائیں گے؟ یا اِس آیت میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے وہ بندوں کو جنت میں خدا بن جانے کی بشارت سنا رہی ہے۔ مَعَاذَاللہ، اصل یہ ہے کہ سب کچھ دنیا میں اولیاء کے لئے ثابت کیا جائے یا آخرت میں جنت میں ہر جنتی کیلئے وہ بہرحال اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوگا لہٰذا یہاں شرک کا تَصَوُّر بھی نہیں کیا جاسکتا اور جو لوگ ایسی چیزوں کو شرک کہتے ہیں وہ حقیقت میں نہ تو شرک کا مطلب جانتے ہیں اور نہ ہی خدا کی عظمت کو سمجھتے ہیں۔

لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ-وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ(63)

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

{لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کی ملکیت میں ہیں۔} یعنی رحمت، رزق اور بارش وغیرہ کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، وہی اُن کا مالک ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عثمان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُ نے تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ ''زمین و آسمان کی کنجیاں یہ ہیں: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ وَاَسْتَغْفِرُ اللهَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ مراد یہ ہے کہ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور تمجید ہے، یہ آسمان و زمین کی بھلائیوں کی کنجیاں ہیں، جس مومن نے یہ کلمات پڑھے تو وہ دونوں جہاں کی بہتری پائے گا۔ (جلالین، الزّمر، تحت الآیۃ: ۶۳، ص۳۸۹، مدارک، الزّمر، تحت الآیۃ: ۶۳، ص۱۰۴۵، ملتقطاً)

زمین کے خزانوں کی کنجیاں حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی عطا ہوئی ہیں:

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی عطا فرمائی ہیں، چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک دن تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

شہدائے اُحد پر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا ”میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم! میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں یا (یہ فرمایا کہ مجھے) زمین کی کنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں اور بے شک خدا کی قسم! مجھے تمہارے متعلق یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب الصّلاۃ علی الشہید، ۱/۴۵۲، الحدیث: ۱۳۴۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کیا خوب فرماتے ہیں:

اِن کے ہاتھ میں ہر کنجی ہے
مالکِ کُل کہلاتے یہ ہیں

سورۃ اَلْمُؤْمِن (اَلْغَافِر)

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ۚ- وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ(46)

ترجمہ: آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، (حکم ہوگا) فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

{اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا: آگ جس پر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔} یعنی فرعون اور اس کی قوم کو دنیا میں غرق کر دیا گیا، پھر انہیں صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور وہ اس میں جلائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اس دن فرشتوں کو حکم فرمایا جائے گا کہ فرعون والوں کو جہنم کے سخت تر عذاب میں داخل کر دو۔ (جلالین، غافر، تحت الآیۃ: ۴۶، ص ۳۹۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے قالب میں ہر روز دو مرتبہ صبح و شام آگ پر پیش کی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ آگ تمہارا مقام ہے اور قیامت تک ان کے ساتھ یہی معمول رہے گا۔ (خازن، حم المؤمن، تحت الآیۃ: ۴۶، ۴/۷۳)

عذابِ قبر کا ثبوت:

اس آیت سے عذابِ قبر کے ثبوت پر اِستدلال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہلے صبح و شام فرعونیوں کو آگ پر پیش کئے جانے کا ذکر ہوا اور اس کے بعد قیامت کے دن سخت تر عذاب میں داخل کئے جانے کا بیان ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی انہیں آگ پر پیش کر کے عذاب دیا جا رہا ہے اور یہی قبر کا عذاب ہے۔ کثیر اَحادیث سے بھی قبر کا عذاب برحق ہونا ثابت ہے، ان میں سے ایک حدیث پاک یہ ہے، چنانچہ

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، جنتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اس کی طرف اٹھائے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب المیّت یعرض علیہ مقعدہ... الخ، ۱/۴۶۵، الحدیث: ۱۳۷۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صدقے قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے، اٰمین۔

سورۃ حٰمٓ السَّجْدَۃ (فُصِّلَت)

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْۤا اِلَیْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُؕ-وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِكِیْنَ (6)

ترجمہ: تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں، میری طرف یہ وحی بھیجی جاتی ہے کہ (اے لوگو!) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور مشرکوں کیلئے خرابی ہے۔

{قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ: تم فرماؤ: میں تمہارے جیسا ایک انسان ہی ہوں۔}

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے تمام مخلوق سے زیادہ مُعزز اور دو عالَم کے سردار!

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ ان لوگوں کی ہدایت اور نصیحت کے لئے تواضُع کے طور پر فرمادیں کہ میں آدمی ہونے میں ظاہری طور پر تم جیسا ہوں کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات بھی سنی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر جنس کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے، توتمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچتی ہے، نہ تمہارے سننے میں آتی اور میرے تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ ہے، اگر میری بجائے کوئی دوسری جنس کا فرد جیسے جن یا فرشتہ آتا توتم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آتے ہیں، نہ ان کی بات سننے میں آتی ہے اور نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکتے ہیں، ہمارے اور ان کے درمیان توجنسی مخالفت ہی بڑی رکاوٹ ہے لیکن یہاں توایسا نہیں ،کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا ہوں توتمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہئے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے کہ اے لوگو! تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کی طرف سیدھے رہو، اس پر ایمان لاؤ، اس کی اطاعت اختیار کرو اور اس کی راہ سے نہ پھرو اور اس سے اپنے فاسد عقائد اور اعمال کی معافی مانگو اور یاد رکھو کہ مشرکوں کیلئے خرابی اور ہلاکت ہے۔(ابوسعود، السجدۃ، تحت الآیۃ:۶، ۵/۵۰۲، خازن، فصلت، تحت الآیۃ:۶، ۴/۸۰، خزائن العرفان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ: ۶، ص۸۷۸-۸۷۹، ملتقطاً)

تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بَشَرِیَّت:

سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ظاہری لحاظ سے ''اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' فرمانا اس حکمت کی وجہ سے ہے کہ لوگ ان سے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں، نیز آپ کا یہ فرمان تواضُع کے طور پر ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کا منصب بلند ہونے کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے، تو کسی اُمّتی کو روا نہیں کہ وہ حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ہم مثل ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بَشَرِیَّت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ (خزائن العرفان، حم السجدۃ، تحت الآیۃ:۶، ص۸۷۹، ملخصًا)

نوٹ: حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی بشریت سے متعلق تفصیلی کلام سورہِ کہف کی آیت نمبر 110 کی تفسیر کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

سورۃ الشُّوریٰ

وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ﭤ(30)

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال

کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرمادیتا ہے۔

{وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ: اور تمہیں جو مصیبت پہنچی۔} اس آیت میں ان مُکَلَّف مومنین سے خطاب ہے جن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ دنیا میں جو تکلیفیں اور مصیبتیں مومنین کو پہنچتی ہیں اکثر اُن کا سبب ان کے گناہ ہوتے ہیں ،اُن تکلیفوں کو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کا کفارہ کردیتا ہے اور کبھی مومن کی تکلیف اس کے درجات کی بلندی کے لئے ہوتی ہے۔

تناسُخ کے قائلین کا رد:

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جو کہ گناہوں سے پاک ہیں اور چھوٹے بچے جو کہ مُکَلَّف نہیں ہیں ، ان سے اس آیت میں خطاب نہیں کیا گیا ،اور بعض گمراہ فرقے جو تناسُخ یعنی روح کے ایک بدن سے دوسرے بدن میں جانے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے اِستدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ چھوٹے بچوں کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ ان کے گناہوں کا نتیجہ ہو اور ابھی تک چونکہ اُن سے کوئی گناہ ہوا نہیں تو لازم آیا کہ اس زندگی سے پہلے کوئی اور زندگی ہو گی جس میں گناہ ہوئے ہوں گے۔ ان کا اس آیت سے اپنے باطل مذہب پر اِستدلال باطل ہے کیونکہ بچے اس کلام کے مُخَاطب ہی نہیں جیسا کہ عام طور پر تمام خطابات عقلمند اور بالغ حضرات کو ہی ہوتے ہیں۔ (خزائن العرفان، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۳۰، ص ۸۹۵،

ملخصًا)

نیز بالفرض اگر ان لوگوں کی بات کو ایک لمحے کے لئے تسلیم کرلیں تو ان سے سوال ہے کہ بچوں کو تکالیف تو یقینی طور پر آتی ہی ہیں خواہ وہ ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق ساتواں جنم ہو یا پہلا، تو سوال یہ ہے کہ بچوں کے پہلے جنم میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ کون سے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں؟ کیونکہ اس سے پہلے تو کوئی جنم ان کے عقیدے کے مطابق بھی نہیں گزرا ہوتا۔

سورۃ الزُّخْرُف

وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِؕ-هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (61)

ترجمہ: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرنا۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔

{وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ: اور بیشک عیسیٰ ضرور قیامت کی ایک خبر ہے۔} اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ارشاد فرمایا کہ آپ فرما دیں: ”حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آسمان سے دوبارہ زمین پر تشریف لانا قیامت کی علامات میں سے ہے، تو اے لوگو! ہرگز قیامت کے آنے میں شک نہ کرنا اور میری ہدایت اور شریعت کی پیروی

کرنا، یہ سیدھا راستہ ہے جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ (مدارک، الزّخرف، تحت الآیۃ:۶۱، ص ۱۱۰۴، ملخصًا)

قیامت کے قریب حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا تشریف لانا برحق ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانا برحق ہے کیونکہ ان کا آنا قیامت کی علامت ہے، لیکن یہ یاد رہے آپ کا وہ آنا سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت کا نبی بن کر نہیں بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہوگا۔ یہاں حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے آسمان سے نازل ہونے کے بارے میں 3 اَحادیث بھی ملاحظہ ہوں،

(1)... حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، قریب ہے کہ تم میں حضرت ابنِ مریم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نازل ہوں گے جو انصاف پسند ہوں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جِزیَہ مَوقوف کر دیں گے اور مال اتنا بڑھ جائے گا کہ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ (بخاری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، ۲/۵۰، الحدیث: ۲۲۲۲)

(2)... حضرت نواس بن سمعان کلابی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”(دجال ظاہر ہونے کے بعد) اللہ تعالٰی حضرت عیسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجے گا تو وہ جامع مسجد دمشق کے سفید مشرقی مینارے پر اس

حال میں اتریں گے کہ انہوں نے ہلکے زرد رنگ کے دو حُلّے پہنے ہوں گے اور انہوں نے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوں گے، جب آپ سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے اور جب آپ سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چاندی کے دانے جھڑ رہے ہوں گے۔(مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال وصفتہ وما معہ، ص۱۵۶۸، الحدیث: ۱۱۰(۷۳ ۲۱)، ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۴ / ۱۵۷، الحدیث:۴۳۲۱)

(3)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میرے اور حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ (قیامت کے قریب آسمان سے) نازل ہوں گے، جب تم انہیں دیکھو گے تو پہچان لوگے، ان کا رنگ سرخی آمیز سفید ہو گا، قد درمیانہ ہو گا، وہ ہلکے زرد رنگ کے حُلّے پہنے ہوئے ہوں گے، ان پر تری نہیں ہوگی لیکن گویا ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، وہ اسلام پر لوگوں سے قتال کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جِزْیَہ موقوف کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا، حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مسیح دجال کو ہلاک کریں گے، چالیس سال زمین میں قیام کرنے کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔(ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب ذکر خروج الدجال، ۴/

۱۵۸، الحدیث: ۴۳۲۴)

قیامت کی نشانیاں:

قیامت کی ایک علامت اس آیت میں بیان ہوئی اور چند علامات اس حدیثِ پاک میں بیان ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے پاس اس دوران تشریف لائے جب ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''تم کیا باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی: ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ارشاد فرمایا ''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم اس کے بارے میں دس نشانیاں نہ دیکھ لو (1) دھواں (2) دجال (3) دابۃ الارض، (ایک عجیب و غریب شکل و صورت کا جانور) (4) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (5) حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول (6) یاجوج ماجوج (7) مشرق میں زمین دھنسنا (8) مغرب میں زمین دھنسنا (9) جزیرہ عرب میں زمین دھنسنا (10) یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہَنکا کر میدانِ محشر کی طرف لے آئے گی۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، ص ۱۵۵۱، الحدیث: ۳۹(۲۹۰۱))

سورۃ الحُجُرٰت

وَ اِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَاۚ-فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِۚ-فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ(9)

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کرادو پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر وہ پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ ان میں صلح کروادو اور عدل کرو، بیشک اللہ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

{وَاِنْ طَآىٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا: اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان میں صلح کروادو۔} شانِ نزول: ایک مرتبہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے، اس دوران انصار کی مجلس کے پاس سے گزر ہوا تو وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو عبداللہ بن اُبی نے ناک بند کرلی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی

عَنْہُ نے فرمایا ’’حضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو تشریف لے گئے لیکن ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ پڑیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ گئی، صورتِ حال معلوم ہونے پر سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی، اس معاملے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا‘‘ اے ایمان والو! اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم سمجھا کر ان میں صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی کرے اور صلح کرنے سے انکار کر دے تو مظلوم کی حمایت میں اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے تو انصاف کے ساتھ دونوں گروہوں میں صلح کروادو اور دونوں میں سے کسی پر زیادتی نہ کرو (کیونکہ اس جماعت کو ہلاک کرنا مقصود نہیں بلکہ سختی کے ساتھ راہِ راست پر لانا مقصود ہے) اور صرف اس معاملے میں ہی نہیں بلکہ ہر چیز میں عدل کرو، بیشک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے تو وہ انہیں عدل کی اچھی جزا دے گا۔ (جلالین مع صاوی، الحجرات، تحت الآیۃ: ۹، ۵/ ۱۹۹۲-۱۹۹۳، مدارک، الحجرات، تحت الآیۃ: ۹، ص ۱۱۵۳، روح البیان، الحجرات، تحت الآیۃ: ۹، ۹/ ۷۳-۷۶، ملتقطاً)

صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھم اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق اہلسنت کا عقائد:

اس آیت کے شانِ نزول میں (اگرچہ جھگڑے میں کچھ منافق بھی شریک تھے لیکن) اہلِ ایمان کے اختلاف کا بھی ذکر ہوا، اسی مناسبت سے یہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم اور ان کے باہمی اختلافات سے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے کلام سے 8 اہم باتوں کا خلاصہ ملاحظہ ہو،

(1)... تابعین سے لے کر قیامت تک امت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی کم مرتبے والے صحابی کے رتبہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(2)... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو قرب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے امتی کو مُیَسَّر نہیں اور جو بلند درجات یہ پائیں گے وہ کسی اور امتی کو نہ ملیں گے۔

(3)... اہلسنّت کے خواص اور عوام پہلے سے آخری درجے تک کے تمام صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کو انتہاء درجے کا نیک اور متقی جانتے ہیں اور ان کے اَحوال کی تفاصیل کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس پر نظر کرنا حرام مانتے ہیں۔

(4)... اگر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم میں سے کسی کا کوئی ایسا فعل منقول ہے جو کم نظر کی آنکھ میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ہو اور اس میں کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش ملے تو (اس کے بارے میں اہلسنت کے علماء اور عوام کا طرزِ عمل یہ ہے کہ وہ) اس کا اچھا مَحمل بیان کرتے ہیں، اسے ان کے قلبی اخلاص اور اچھی نیت پر محمول

کرتے ہیں ، اللہ تعالیٰ کا سچا فرمان ''رَضِیَ اللہ عَنۡہُمۡ'' سن کر دل کے آئینے میں تفتیش کے زنگ کو جگہ نہیں دیتے اور حقیقی اَحوال کی تحقیق کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے۔

(5)... صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُم کے رتبے ہماری عقل سے وراء ہیں، پھر ہم اُن کے معاملات میں کیسے دخل دے سکتے ہیں اوران میں صورۃً جو تنازعات اور اختلافات واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون ہیں ؟ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک کی طرف داری میں دوسرے کو برا کہنے لگیں، یا ان جھگڑوں میں ایک فریق کو دنیا طلب ٹھہرائیں، بلکہ یقین سے جانتے ہیں کہ وہ سب دین کی مَصلحتوں کے طلبگار تھے، اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی ان کا نصبُ العَین تھی، پھر وہ مُجتہد بھی تھے ،توجس کے اجتہاد میں جو بات اللہ تعالیٰ کے دین اور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی شریعت کے لیے زیادہ مَصلحت آمیز اور مسلمانوں کے اَحوال سے مناسب تر معلوم ہوئی، اس نے اسے اختیار کیا، اگرچہ اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی لیکن وہ سب حق پر ہیں اور سب واجبُ الاحترام ہیں، ان کا حال بالکل ایسا ہے جیسا دین کے فروعی مسائل میں خود علماءِ اہلسنت بلکہ ان کے مُجتہدین مثلاً امامِ اعظم ابو حنیفہ اور امامِ شافعی وغیرہما رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡھم کے اختلافات ہیں۔

(6)... مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ان جھگڑوں کے سبب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی

عَنْہُم میں ایک دوسرے کو نہ گمراہ فاسق جانیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے دشمن ہوں بلکہ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم آقائے دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، اللہ تعالٰی اور رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہوں میں مُعَظَّم و مُعَزَّز اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔

(7)... صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کے بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ انبیاء اور فرشتے نہ تھے کہ گناہ سے معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ تعالٰی اور رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اَحکام کے خلاف ہے۔

(8)... اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سورۂ حدید میں سیّد المرسَلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہم کی دو قِسمیں بیان فرمائی ہیں، (1) مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ۔ (2) اَلَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا۔

یعنی صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کی ایک قسم وہ ہے کہ فتحِ مکہ سے پہلے مُشَرَّف باِیمان ہوئے، اس وقت راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب ان کی تعداد بھی بہت کم تھی اور وہ ہر طرح کمزور بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا، یہ حضرات مہاجرین و اَنصار میں سے سابقین اَوّلین ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ

فتحِ مکہ کے بعد ایمان لائے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان ایمان والوں نے اس وقت اِس اخلاص کا ثبوت مالی اور جنگی جہاد سے دیا جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال، ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے۔ اجراِن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ اُن سابقون اَوّلون والوں کے درجہ کا نہیں، اسی لیے قرآنِ عظیم نے اُن پہلوں کو اِن بعد والوں پر فضیلت دی اور پھر فرمایا:

"كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"

ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا،

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے سب ہی کو اجر ملے گا، محروم کوئی نہ رہے گا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے:

"اُولٰٓىٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ" (انبیاء:۱۰۱)

وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

"لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا" (انبیاء:۱۰۲)

وہ جہنم کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

"وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ" (انبیاء:۱۰۲)

وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

"لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" (انبیاء:۱۰۳)

قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔

"وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓىٕكَةُ"(انبیاء:۱۰۳)

فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

"هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ"(انبیاء:۱۰۳)

یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عَزَّوَجَلَّ بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر اعتراض کرے وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور ان کے بعض معاملات کو جن میں اکثر جھوٹی حکایات ہیں، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں ۔اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید کی اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کے دونوں گروہوں سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:

"وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ"(حدید:۱۰)

اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

اس کے باوجود اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے بے عذاب جنت اور بے حساب کرامت و ثواب کا وعدہ فرماچکا ہے، تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر اعتراض کرے، کیا اعتراض کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس بیان کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے

اور خود جہنم میں جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۹/۳۶۳-۳۵۷، ملخصًا)

سورۃ النَّجم

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (11)

ترجمہ: دل نے اسے جھوٹ نہ کہا جو (آنکھ نے) دیکھا۔

{ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى: دل نے اس کو جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ } یعنی سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشمِ مبارک نے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھا، دِل سے پہچانا اور اس دیکھنے اور پہچاننے میں شک اور تَرَدُّد نے راہ نہ پائی۔

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا:

اب رہی یہ بات کہ کیا دیکھا، اس بارے میں بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کو دیکھا، لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ سَرْوَرِ عالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ اور یہ دیکھنا کیا سر کی آنکھوں سے تھا یا دل کی آنکھوں سے، اس بارے میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں ایک یہ کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رب عَزَّوَجَلَّ کو اپنے قلب مبارک سے دیکھا۔ اور مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رب عَزَّوَجَلَّ کو حقیقتاً چشمِ مبارک سے دیکھا۔

یہ قول حضرت انس بن مالک، حضرت حسن اور حضرت عکرمہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُم کا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو خُلّت اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو کلام اور سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے دیدار سے اِمتیاز بخشا۔ حضرت کعب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دوبار کلام فرمایا اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ والنجم، ۵/۱۸۴، الحدیث: ۳۲۸۹)

حدیث عائشہ اور اس کے متعلق اہلسنت کا عقیدہ:

لیکن حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دیدارِ الٰہی کا انکار کیا اور اس آیت کو حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور اس بات کی دلیل کے طور پر یہ آیت ”لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ“ تلاوت فرمائی۔

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے یہاں چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کا قول نفی میں ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہما کا اِثبات میں اور جب نفی اور اثبات میں ٹکراؤ ہو تو مُثبت ہی مُقدّم ہوتا ہے کیونکہ نفی کرنے والا کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اُس نے نہیں سنا اور کسی چیز کو

ثابت کرنے والا اِثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم ثابت کرنے والے کے پاس ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا نے یہ کلام حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے جو آپ نے مسئلہ اَخذ کیا اس پر اعتماد فرمایا اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہَا کی اپنی رائے ہے جبکہ در حقیقت آیت میں اِدراک یعنی اِحاطہ کی نفی ہے دیکھ سکنے کی نفی نہیں ہے۔

صحیح مسئلہ یہ ہے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دیدارِ الٰہی سے مُشَرَّف فرمائے گئے، مسلم شریف کی حدیثِ مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا جو کہ حبرُ الْاُمَّت ہیں وہ بھی اسی پر ہیں۔ حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ قسم کھاتے تھے کہ محمد مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شبِ معراج اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا۔ امام احمد رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے تھے کہ حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کو دیکھا اُس کو دیکھا اُس کو دیکھا۔ امام صاحب یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہو گیا (پھر آپ نے دوسرا سانس لیا)۔ (خازن، النجم، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۸، ۴/۱۹۲، ۱۹۴، روح البیان، النجم، تحت الآیۃ: ۱۲، ۹/۲۲۲، ۲۲۳، ملتقطاً)

سورۃ القمر

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (49) وَ مَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ (50)

ترجمہ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔ اور ہمارا کام تو صرف ایک بات ہے جیسے پلک جھپکنا۔

{اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ: بیشک ہم نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا فرمائی۔} ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے ہر چیز حکمت کے تقاضے کے مطابق ایک اندازے سے پیدا فرمائی ہے۔ (مدارک، القمر، تحت الآیۃ: ۴۹، ص۱۱۹۰) شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر ہیں اور نئے واقعات کو ستاروں وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

تقدیر کے مُنکروں کے بارے میں اَحادیث:

یہاں تقدیر کے منکر لوگوں کے بارے میں دو اَحادیث ملاحظہ ہوں،

(1)...حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "ہر امت میں مجوسی ہوتے تھے اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو کہیں گے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کے

جنازے میں شریک نہ ہونا اور جو ان میں سے بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرنا، وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ انہیں دجال کے ساتھ ملا دے۔ (ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، ۴/۲۹۴، الحدیث: ۴۶۹۲)

(2)... حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”بے شک اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، اگر وہ لوگ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرنا، اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہونا اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو انہیں سلام تک نہ کرنا۔ (ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی القدر، ۱/۷۰، الحدیث: ۹۲)

یاد رہے کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لائے اور تقدیر کے بارے میں بحث نہ کرے کہ یہ ایمان کی بربادی کا سبب بن سکتی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تقدیر کی اچھائی اور برائی پر ایمان نہ لائے، اسی طرح جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ جو مصیبت اسے پہنچی ہے وہ اس سے ٹلنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس سے ٹل گئی وہ اسے پہنچنے والی نہ تھی۔ (ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء انّ الایمان بالقدر خیرہ وشرّہ، ۴/۵۷، الحدیث: ۲۱۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہمارے

پاس تشریف لائے اور ہم تقدیر کے بارے میں ایک دوسرے سے بحث کر رہے تھے (یہ دیکھ کر) آپ کو اتنا جلال آیا کہ چہرہ اَقدس ایسے سرخ ہو گیا جیسے آپ کے مبارک رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا ’’کیا تمہیں اس بات کا حکم دیا گیا ہے یا اسی بات کے لئے میں تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں ؟تم سے پہلے لوگوں نے جب اس (تقدیر کے) بارے میں اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہو گئے، میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اس کے بارے میں مت جھگڑو۔ (ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء من التشدید فی الخوض فی القدر، ۵۱/۴، الحدیث:۲۱۴۰)

جب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡھم جیسی عظیم ہستیوں کو تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے روک دیا گیا تو ہمیں اس سے بدرجہ اَوْلیٰ باز رہنا چاہیے۔

سورۃ اَلْوَاقِعَة

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ(57)اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ(58)ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ(59)

ترجمہ: ہم نے تمہیں پیدا کیا تو تم کیوں سچ نہیں مانتے؟ تو بھلا دیکھو تو وہ منی جو تم گراتے ہو۔ کیا تم اسے (آدمی) بناتے ہو یا ہم ہی بنانے والے ہیں؟

{نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ: ہم نے تمہیں پیدا کیا۔} یہاں سے اللہ تعالیٰ نے انسان کی ابتدائی تخلیق سے اپنی قدرت اور وحدانیّت پر اِستدلال فرمایا ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے کافرو! تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ تم کچھ بھی نہیں تھے، ہم تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آئے تو تم مرنے کے بعد اٹھنے کو کیوں سچ نہیں مانتے حالانکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پہ قادر ہے تو وہ دوبارہ پیدا کرنے پر (بدرجہ اَولیٰ) قادر ہے۔ اور اگر تمہیں اس بات میں کہ ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں، شک ہے تو یہ بتاؤ کہ منی کے ایک قطرے سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا اس سے عورتوں کے رحم میں لڑکے یا لڑکی کی شکل و صورت تم بناتے ہو یا ہم ہی اسے انسانی صورت دیتے ہیں اور اسے زندگی عطا فرماتے ہیں؟ جب ہم بے جان نطفے کو انسانی صورت عطا کر سکتے ہیں تو پیدا ہونے کے بعد مر جانے والوں کو زندہ کرنا ہماری قدرت سے کیا بعید ہے۔ (خازن، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۵۷-۵۹، ۴/۲۲۱، جلالین، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۵۷-۵۹، ص ۴۴۷، تفسیر کبیر، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۵۷-۵۹، ۱۰/۴۱۵-۴۱۶، روح البیان، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۵۷-۵۹، ۹/۳۳۰-۳۳۱، ملتقطاً)

اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرنا کیسا ہے؟

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”یاد رکھیں کہ (قرآنِ پاک میں) جب اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے بارے میں جمع کے صیغہ کے ساتھ کوئی خبر دے تو

اس وقت وہ اپنی ذات، صفات اور اَسماء کی طرف اشارہ فرمارہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (حجر: ۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ واحد کے صیغہ کے ساتھ اپنی ذات کے بارے میں کوئی خبر دے تو اس وقت وہ صرف اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمارہا ہوتا ہے، جیسے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

"اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" (قصص: ۳۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک میں ہی اللہ ہوں، سارے جہانوں کا پالنے والا ہوں۔

اور یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ خود خبر دے، البتہ بندے پر لازم ہے کہ وہ (ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے لئے واحد کا صیغہ بولے کبھی جمع کا صیغہ نہ بولے، جیسے) یوں کہے کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، یوں (ہرگز) نہ کہے کہ اے اللہ! آپ میرے رب ہیں، کیونکہ اس میں شرک کا شائبہ ہے جو توحید کے مُنافی ہے۔ (روح البیان، الواقعۃ، تحت الآیۃ: ۵۷، ۹/ ۳۳۰) یعنی مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے واحد کا صیغہ استعمال

کیا جائے۔

سورۃ نُوح

مِمَّا خَطِیْٓــٴٰـتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ﳔ فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا (25)

ترجمہ: وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبودیئے گئے پھر آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اپنے لیے اللہ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے۔

{ مِمَّا خَطِیْٓــٴٰـتِهِمْ اُغْرِقُوْا: وہ اپنی خطاؤں کی وجہ سے ڈبودیئے گئے۔} حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا کلام ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ اپنی خطاؤں کی وجہ سے طوفان میں ڈبودیئے گئے، پھر غرق ہونے کے بعد آگ میں داخل کیے گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پائے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچاسکتے۔ (جلالین، نوح، تحت الآیۃ: ۲۵، ص ۴۷۵)

قبر کا عذاب برحق ہے:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قبر کا عذاب برحق ہے کیونکہ حضرت نوح عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی قوم غرق ہونے کے بعد ہی آگ میں داخل کردی گئی اور یہ بات واضح ہے کہ یہ جہنم کی آگ نہیں ہوسکتی کیونکہ اس آگ میں کفار قیامت کے دن ہی داخل کئے

جائیں گے اور ابھی قیامت واقع نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ بعض گناہگار مسلمانوں یا کفار پر ہونے والا قبر کا عذاب زمین میں دفن ہونے پر ہی مَوقوف نہیں بلکہ جس انسان کو عذاب ہونا ہے وہ جہاں بھی مرے اور مرنے کے بعد اس کا جسم کہیں بھی ہو اسے عذاب ہو گا کیونکہ عذابِ قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد ہو چاہئے مردہ زمین میں دفن ہو یا نہ ہو اور اس عذاب کو عذابِ قبر اس لئے کہتے ہیں کہ زیادہ تر مُردے زمین میں ہی دفن کئے جاتے ہیں۔

سورۃ الجِنّ

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا (26) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (27)

ترجمہ: غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو اطلاع نہیں دیتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرے دار مقرر کر دیتا ہے۔

{عٰلِمُ الْغَیْبِ: غیب کا جاننے والا۔} اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ غیب کا جاننے والا ہے تو وہ اپنے اُس غیب پر جس کا علم اس کے ساتھ خاص ہے، اپنے پسندیدہ رسولوں کے علاوہ کسی کو کامل اطلاع نہیں دیتا جس سے

حقیقتِ حال مکمل طور پر مُنکشف ہو جائے اور اس کے ساتھ یقین کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو (اور رسولوں کو) ان میں سے بعض غیوب کا علم، کامل اطلاع اور کشفِ تام کے ساتھ اس لئے دیتا ہے کہ وہ علمِ غیب ان کے لئے معجزہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان رسولوں کے آگے پیچھے پہرے دار فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو شیطان کے اِختلاط سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔(بیضاوی، الجن، تحت الآیۃ:۲۶-۲۷، ۵/۴۰۲، جمل، الجن، تحت الآیۃ:۲۶-۲۷، ۸/۱۴۰، ملتقطاً)

اولیاء کے لئے غیب کا علم نہ ماننے والوں کا رد:

معتزلہ فرقے کے لوگوں نے اس آیت سے اولیاء کے لئے علمِ غیب ماننے سے انکار کیا ہے۔علامہ سعد الدین تفتازانی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب ''شرح مقاصد'' میں باطل فرقے ''معتزلہ'' کی جانب سے اولیاء کی کرامات سے انکار اور ان کے فاسد شُبہات کا ذکر کر کے ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علمِ غیب کے بارے میں ہے، وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

''عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ(۲۶) اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ''

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں

کو۔

جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمہ اہلسنّت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مُطْلَقاً اولیاء کے علومِ غیب کی نفی ہوسکے، بلکہ یہ تو مُطْلَق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیرِ رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا اس سے خاص وقوعِ قیامت کا وقت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیبِ قیامت ہی کا ذکر ہے۔ (تو آیت سے صرف اتنا مطلب نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص قیامت کے وقت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر یہ شُبہ قائم ہو کہ اللہ تعالیٰ تو رسولوں کا اِستثناء فرمارہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مُطّلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ نہیں جانتے اب اگر اس سے قیامت کے وقت کی تعیین مراد لیں تو رسولوں کا بھی اِستثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ) فرشتوں یا انسانوں میں سے بعض رسولوں کو قیامت کے وقت کی تعیین کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو یہاں اللہ تعالیٰ کا اِستثناء فرمانا ضرور صحیح ہے۔ (شرح مقاصد، المقصد السادس، الفصل الاول، المبحث الثامن: الولی، ۳/۳۳۰، ۳۲۹، فتاوی رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۲۹/۴۷۵-۴۷۶)

علامہ احمد صاوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی جن کرامات کا تعلق کشف کے ساتھ ہے ان کی نفی پر اس آیت میں کوئی دلیل نہیں البتہ یہ (ضرور ثابت ہوتا) ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی غیب پر اطلاع اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی غیب پر اطلاع سے زیادہ مضبوط ہے کیونکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام وحی کے ذریعے غیب جانتے ہیں اور وہ ہر نقص سے معصوم ہے جبکہ اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی اطلاع کا یہ مقام نہیں، اسی لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عصمت واجب ہے اور اولیاء رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی عصمت جائز ہے۔ (صاوی، الجن، تحت الآیۃ: ۲۶، ۶/۲۲۵۶)

علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ''اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے مگر انبیاء کا علم باعتبارِ کشف و اِنجلاء (یعنی غیب کی باتوں کو ظاہر کرنے کے اعتبار سے) اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا وارفع و اعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وَساطت اور انہی کے فیض سے ہوتے ہیں، معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے وہ اولیاء کیلئے علمِ غیب کا قائل نہیں، اس کا خیال باطل اور احادیثِ کثیرہ کے خلاف ہے اور اس آیت سے ان کا تَمَسُّک (یعنی دلیل پکڑنا) صحیح نہیں، بیانِ مذکورہ بالا میں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے، سیّدُ الرُّسُل خاتَمُ الانبیاء محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مُرتضٰی رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں، اللّٰہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اَشیاء کے علوم عطا فرمائے

جیساکہ صحاح کی معتبر اَحادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے اور تمام مرتضٰی رسولوں کیلئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔(خزائن العرفان، الجن، تحت الآیۃ: ۲۷، ص۱۰۶۲)

سورۃ اَلْمُرْسَلات

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ(8)وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ(9)وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ(10)

ترجمہ: پھر جب تارے مٹا دیئے جائیں گے۔ اور جب آسمان پھاڑ دیئے جائیں گے۔اور جب پہاڑ غبار بناکے اڑادیئے جائیں گے۔

{فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ: پھر جب تارے مٹادیئے جائیں گے۔} اس آیت اور اس کے بعدوالی دوآیات میں قیامت واقع ہونے کی علامات بیان کی جارہی ہیں۔

قیامت کی تین علامتیں:

اس کی ایک علامت یہ ہے کہ اس دن ستاروں کو بے نور کر کے مٹا دیا جائے گا ۔قیامت کے دن ستاروں کی ایک اور حالت بیان کرتے ہوئے دوسرے مقام پر ارشادفرمایا:”وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ“(تکویر:۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان:اورجب تارے جھڑپڑیں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

"وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ"(انفطار:۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ اس دن آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے پھٹ جائیں گے اور ان میں سوراخ ہو جائیں گے۔قیامت کے دن آسمان پھٹنے کے بعد کی حالتیں بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

"فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ"(رحمٰن:۳۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پھر جب آسمان پھٹ جائے گا تو گلاب کے پھول جیسا (سرخ) ہو جائے گا جیسے سرخ چمڑا۔

اور ارشاد فرمایا:

"وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَىِٕذٍ وَّاهِيَةٌ"(حاقہ:۱۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور آسمان پھٹ جائے گا تو اس دن وہ بہت کمزور ہو گا۔

تیسری علامت یہ ہے کہ اس دن پہاڑ غبار بنا کے اُڑا دیئے جائیں گے۔قیامت کے دن پہاڑوں کی اور حالتیں بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

" وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ "(نمل:۸۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا انہیں جمے ہوئے خیال کرے گا حالانکہ وہ بادل کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔

اور ارشاد فرمایا:

”وَ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّاۙ(۵) فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا“ (واقعہ:۵،۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور پہاڑ خوب چُورا چُورا کر دیئے جائیں گے۔ تو وہ ہوا میں بکھرے ہوئے غبار جیسے ہو جائیں گے۔

سورۃ اَلَّیْل

وَ مَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰىؕ(11)اِنَّ عَلَیْنَا لَلْهُدٰى(12)وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى(13)

ترجمہ: اور جب وہ ہلاکت میں پڑے گا تو اس کا مال اسے کام نہ آئے گا۔ بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔

{وَ اِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَ الْاُوْلٰى: اور بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔} اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ بے شک تم یہ بات جانتے ہو کہ آخرت اور دنیا

دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور پتھروں اور دیگر چیزوں سے بنے ہوئے جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو وہ نہ آخرت کے مالک ہیں نہ دنیا کے مالک ہیں تو تم آخرت اور دنیا کے مالک کی عبادت چھوڑ کر اُن بتوں کی عبادت کیسے کرنے لگ گئے جو آخرت اور دنیا میں سے کسی چیز کے مالک نہیں حالانکہ تمہیں یہ بات معلوم بھی ہے۔ (تاویلات اہل السنہ، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۳، ۵/۴۷۱)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بیشک آخرت اور دنیا دونوں کے ہم ہی مالک ہیں اور ہم ان میں سے جو چیز جسے چاہیں عطا کریں لہٰذا دنیا اور آخرت کی سعادتیں ہم سے ہی طلب کی جائیں۔ (تفسیر کبیر، اللّیل، تحت الآیۃ: ۱۳، ۱۱/۱۸۶)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا جائز ہے:

نیز یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِم سے دین اور دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے دین اور دنیا کی بھلائیاں دے سکتے ہیں اور یہاں ہم صرف صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم کی سیرت میں موجود اس کی بے شمار مثالوں میں سے چند مثالیں اِختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے دین یا دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا شرک ہرگز نہیں بلکہ یہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ

جب حضرت ربیعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جنت میں ان کی رفاقت مانگی تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں جنت میں اپنی رفاقت عطا کردی۔(مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ، ص۲۵۲، الحدیث:۲۲۶(۴۸۹))

حضرت عکاشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یارسول اللہ !آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بے حساب جنت میں جانے والوں میں شامل کر دے۔ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اے عکاشہ !تو انہی میں سے ہے۔(مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ...الخ، ص۱۳۷، الحدیث: ۳۷۴(۲۲۰))

اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کا آخرت کی بھلائی طلب کرنا تو اپنی جگہ، جب کھجور کے ایک تنے سے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تجھے اس باغ میں لوٹا دوں جہاں تُو تھا اور اگر تُو چاہے تو میں تجھے جنت میں بو دوں تاکہ جنت میں تیرے پھل اللہ تعالیٰ کے اولیاء کھائیں اور اس نے عرض کی کہ: مجھے جنت میں لگا دیں تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ”میں نے ایسا کر دیا (یعنی تجھے جنت میں لگا دیا)۔(سنن دارمی، المقدمۃ، باب ما اکرم اللہ النّبی صلی اللہ علیہ وسلم بحنین المنبر، ۱/۲۹، الحدیث:۳۲)

غزوہ خیبر کے موقع پر جب حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پنڈلی پر چوٹ لگ گئی اور وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی

پنڈلی کو درست کر دیا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۳/۸۳، الحدیث:۴۲۰۶)

اور مدینہ منورہ میں رہنے والوں نے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے قحط کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے روضۂ انور کی چھت میں روشندان بنانے کا حکم دیا اور جب روشندان بنایا گیا تو اس قدر بارش برسی کہ گھاس اُگ آئی اور اونٹ موٹے تازے ہو گئے۔ (سنن دارمی، المقدمۃ، باب ما اکرم اللہ تعالی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ، ۱/۵۶، الحدیث:۹۲)

ہماری اردو کتابیں:

بہار تحریر (14 حصے)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا کیسا؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اذان بلال اور سورج کا نکلنا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
عشق مجازی (منتخب مضامین کا مجموعہ)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
شب معراج غوث پاک	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
شب معراج نعلین عرش پر	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
حضرت اویس قرنی کا ایک واقعہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ڈاکٹر طاہر اور وقار ملت	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
مقرر کیسا ہو؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
غیر صحابہ میں ترضی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اختلاف اختلاف اختلاف	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سیکس نالج (اسلام میں صحبت کے آداب)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے پر تحقیق	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ایک عاشق کی کہانی علامہ ابن جوزی کی زبانی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
آئیے نماز سیکھیں (پہلا حصہ)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

قیامت کے دن کس کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
محرم میں نکاح	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
روایتوں کی تحقیق (تین حصے)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
بریک اپ کے بعد کیا کریں؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ایک نکاح ایسا بھی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
کافر سے سود	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
میں خان تو انصاری	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
جرمانہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
لا الہ الا اللہ، چشتی رسول اللہ؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سفرنامہ بلاد خمسہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
منصور حلاج	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
فرضی قبریں	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سنی کون؟ وہابی کون؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ہندستان دار الحرب یا دار الاسلام؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
رَضا یا رِضا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
786/92	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
فتنہ گوہر شاہی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سلاسل میں بنٹے ہوئے سنی کب ایک ہوں گے؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

کلام عبید رضا	پیشکش عبد مصطفی آفیشل
تحریرات لقمان	از قلم علامہ قاری لقمان شاہد
بنت حوا (ایک سنجیدہ تحریر)	از قلم کنیز اختر
عورت کا جنازہ	از قلم جناب غزل صاحبہ
تحقیق عرفان فی تخریج شمول الاسلام	از قلم عرفان برکاتی
اصلاح معاشرہ (منتخب احادیث کی روشنی میں)	از قلم عرفان برکاتی
مسائل شریعت (جلد 1)	از قلم سید محمد سکندر وارثی
اے گروہ علما کہہ دو میں نہیں جانتا	از قلم مولانا حسن نوری گونڈوی
مقام صحابہ امام احمد بن حنبل کی نظر میں	از قلم علامہ وقار رضا القادری المدنی
مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں	از قلم محمد ثقلین ترابی نوری
سفرنامہ عرب	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
من سب نبیا فاقتلوہ کی تحقیق	از قلم زبیر جمالوی
ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700 تصانیف کی حقیقت	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
علم نور ہے	از قلم محمد شعیب جلالی عطاری
یہ بھی ضروری ہے	از قلم محمد حاشر عطاری
مومن ہو نہیں سکتا	از قلم فہیم جیلانی مصباحی
جہان حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
ماہ صفر کی تحقیق	از قلم مولانا محمد نیاز عطاری

فضائل و مناقب امام حسین	از قلم ڈاکٹر فیض احمد چشتی
شان صدیق اکبر بزبان محبوب اکبر	از قلم امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
تحریرات بلال	از قلم مولانا محمد بلال ناصر
معارف اعلی حضرت	از قلم مولانا سید بلال رضا عطاری مدنی
نگارشات ہاشمی	از قلم مولانا محمد بلال احمد شاہ ہاشمی
ماہنامہ التحقیقات (ربیع الاول 1444ھ)	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
امیر معاویہ پہلی تین صدیوں کے اسلاف کی نظر میں	از قلم مبشر تنویر نقشبندی
زر خانۂ اشرف	از قلم محمد منیر احمد اشرفی
حضرت خضر علیہ السلام۔ایک تحقیقی جائزہ	از قلم محمود اشرف عطاری مرادآبادی
ایمان افروز تحاریر	از قلم محمد ساجد مدنی
انبیا کا ذکر عبادت۔ایک حدیث کی تحقیق	از قلم اسعد عطاری مدنی
رشحات ابن حجر	از قلم فرحان خان قادری (ابن حجر)
تجلیات احسن (جلد 1)	از قلم محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی
درس ادب	از قلم غلام معین الدین قادری
تحریرات شعیب (الحنفی البریلوی)	از قلم محمد شعیب عطاری جلالی
حق پرستی اور نفس پرستی	از قلم علامہ طارق انور مصباحی
خوان حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
صحابہ یا طلَقاء؟	از قلم مبشر تنویر نقشبندی

روشن تحریریں	از قلم ابو حاتم محمد عظیم
تحریرات ندیم	از قلم ابن جاوید ابو ادب محمد ندیم عطاری
امتحان میں کامیابی	از قلم ابن شعبان چشتی
اہمیتِ مطالعہ	از قلم دانیال سہیل عطاری
دعوت انصاف	از قلم علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
حسام الحرمین کی صداقت کے صد سالہ اثرات	از قلم محمد ساجد رضا قادری کٹیہاری
تحریرات ابن جمیل	از قلم ابن جمیل محمد خلیل
ماہنامہ التحقیقات (ربیع الآخر 1444ھ)	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
مسئلۂ استمداد	از قلم حمد مبشر تنویر نقشبندی
حضرت امیر معاویہ اور مجدد الف ثانی	از قلم محمد مبشر تنویر نقشبندی
میرے قلم دان سے	از قلم احمد رضا مغل
عوامی باتیں (حصہ 1)	از قلم فیصل بن منظور
تحقیقات اویسیہ (جلد 1)	از قلم علامہ اویس رضوی عطاری
امیر المجاہدین کے آثار علمیہ	از قلم محمد آصف اقبال مدنی عطاری
رافضیوں کا رد	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
چھوتی بیماریاں	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
فتاوی کرامات غوثیہ	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
غامدیت پر مکالمہ	از قلم ابو عمر غلام مجتبی مدنی

خودکشی	ازقلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
مقالاتِ بدر (جلد 1)	ازقلم علامہ بدر القادری رحمہ اللہ
ماہنامہ التحقیقات (جمادی الاولی 1444ھ)	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل
سردی کا موسم اور ہم	ازقلم خالد تسنیم المدنی
ردناصر رامپوری	ازقلم میثم عباس قادری رضوی
چشمۂ حکمت	ازقلم محمد سلیم رضوی
کتابوں کے عاشق	ازقلم محمد ساجد مدنی
عبد السلام نامی علما و مشائخ	ازقلم (مفتی) غلام سبحانی نازش مدنی
التعقبات بنام فرقۂ باطلہ کا تعاقب	ازقلم شعیب عطاری جلالی
تحریر کی ضرورت و اہمیت	ازقلم عمران رضا عطاری مدنی
دشمن صدیق و عمر	ازقلم امام جلال الدین سیوطی
عرفان بخشش شرح حدائق بخشش	ازقلم اعظمی مصباحی، ذیشان رضا امجدی
وسائل بخشش کا فکری و فنی جائزہ	ازقلم شاعر عمران اشفاق
موسیقی فقہائے کرام کی عدالت میں	ازقلم محمد بلال ناصر
ماہنامہ التحقیقات (جمادی الآخرہ 1444ھ)	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل
مختصر مگر مفید	ازقلم فیصل بن منظور
اللہ و رسول کے لیے لفظ عشق کا استعمال	ازقلم جلال الدین احمد امجدی رضوی
شرح فقہ اکبر (سوالاً جواباً)	ازقلم ابن شعبان چشتی

تلخیص نور المبین (سوالاً جواباً)	ازقلم ابن شعبان چشتی
دینی تعلیم	ازقلم علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
سیرت صدیق اکبر	ازقلم سید مفتی خادم حسین شاہ
فتاوی خادمیہ (جلد 1)	ازقلم سید مفتی خادم حسین شاہ
ذکراویس قرنی	ازقلم ملاعلی قاری حنفی
اذان سحر	ازقلم خلیل احمد فیضانی
قرآن کریم اور گلہ بانی	ازقلم ابوالفواد توحید احمد طرابلسی
سیرت مدار اعظم	ازقلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
ایک گناہ سترہ گواہ	ازقلم خالد تسنیم المدنی
بدعت اور ائمہ	ازقلم حسان رضا راعینی
ایمان کی باتیں	ازقلم محمد شاہ رخ قادری
بوقت رخصتی عمر عائشہ	ازقلم ابوعمر غلام مجتبٰی مدنی
مسائل صراط الجنان (5 حصے)	ازقلم خالد تسنیم المدنی
اصطلاحات فقہ (باعتبار حروف تہجی)	ازقلم: محمد ندیم عطاری مدنی
مقالات ادروی	ازقلم محمد سلیم انصاری ادروی
روزوں کے مسائل	ازقلم محمد اویس رضا عطاری رضوی
تعارف شرف ملت	ازقلم ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی
اہل باطل کا تحریری رد کیوں ضروری ہے؟	ازقلم کبیر احمد شیخ

روزے کے متعلق عوامی غلط فہمیاں	از قلم محمد عبد السبحان عطاری مدنی
مسئلہ امکان کذب اور دیوبندیوں کی چالبازیاں	از قلم مشتاق احمد رضوی اورنگ آبادی
عقائد اہل سنت (صراط الجنان سے)	از قلم خالد تسنیم المدنی

AMO

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

enikah

niiii

BOOKS r

PS graphics

DONATE

ABDE MUSTAFA OFFICIAL

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.

amo.news/blog

Sabiya Virtual Publication

This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **amo.news/books**

E Nikah Matrimonial Service

E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.

www.enikah.in

E Nikah Again Service

E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books

Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **amo.news**

For futher inquiry: info@abdemustafa.com

SCAN HERE

PhonePe G Pay Paytm

9102520764

BANK DETAILS

Account Details :

Airtel Payments Bank

Account No.: 9102520764

(Sabir Ansari)

IFSC Code : AIRP0000001

or open this link | amo.news/donate

عقائدِ اہلسنت

تفسیر صراط الجنان کی روشنی میں

A

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.
blog.abdemustafa.com

Sabiya Virtual Publication
This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **books.abdemustafa.com**

E Nikah Matrimonial Service
E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.**www.enikah.in**

E Nikah Again Service
E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books
Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **www.abdemustafa.com**
For futher inquiry: info@abdemustafa.com

M O

AMO
ABDE MUSTAFA OFFICIAL

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

ISBN (N/A)